وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ

سیرتِ ابراہیم علیہ السلام

میاں محمد جمیل ایم اے

ابو ھُرَیرۃ اَکیڈمی
۳۷۔ کریم بلاک اِقبال ٹاؤن لاہور

سیرتِ ابراہیم علیہ السلام

میاں محمد جمیل ایم۔اے

فاضل اردو، علوم اسلامیہ

ابوھریرہ رضی اکیڈمی

37۔کمرشل کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور۔فون: 5417233

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب .... سیرت ابراہیم علیہ السلام

مصنف .... میاں محمد جمیل



التفاتِ نظر

اکیڈمی کی کتب فرقہ واریت سے مبرا، روح اسلام کی ترجمان، زبان تعلیم یافتہ حضرات کے مزاج کے مطابق، انداز نہایت شستہ اور دل پذیر ہونے کی وجہ سے قبولیت عامہ کا شرف پارہی ہیں۔ نہایت مختصر مدت میں کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ خود پڑھیں اور لوگوں کو پڑھائیں تا کہ تعلیم نبوت عام ہو جائے۔ براہِ راست منگوانے والوں کیلئے %40 رعایت۔

ناشر

ابوہریرہ اکیڈمی
۳۷۔ کرنل کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور
042-5417233

ملنے کے پتے:

دارالسلام ☆ نعمانی کتب خانہ ☆ محمدی کتب خانہ ☆ اسلامی اکیڈمی ☆ مکتبہ سلفیہ ☆ قدوسیہ ☆ مکتبہ اسلامیہ لاہور۔ دارارقم فیصل آباد میں دستیاب ہیں۔

فہرست



انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات کا مدعا

انبیائے کرام علیہ السلام کے واقعات بیان کرنے کا مقصد خود قرآن کریم نے واضح اور نمایاں فرمایا ہے۔

﴿وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾

[ھود: ۱۲۰]

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جو نبیوں کے واقعات ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں ان سے ہمارا مقصد آپ کے دل کو ڈھارس دینا ہے۔ اور آپ کے پاس حق پہنچ چکا ہے اس میں مومنوں کے لئے بھی نصیحت وعبرت ہے۔''

پہلی حکمت کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوص ومحبت سے جب لوگوں کو سمجھاتے اور وہ سمجھنے کی بجائے اعراض وانکار، بے جا تکرار اور مخالفت کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مضطرب ہو جاتا جیسا کہ دوسرے مقام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [الشعراء: ۳]

''شاید آپ اپنی جان کھو دیں گے کہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

اس لئے فرمایا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی اقوام کے واقعات سنائے دیتے ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح ہو جائے کہ پہلے انبیائے عظام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی لوگوں نے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ لیکن عزت وعظمت، فتح ونصرت انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخلص ساتھیوں کو ہی نصیب ہوئی۔ ذلت ورسوائی اور ناکامی ونامرادی حق سے اعراض کرنے والوں کو پہنچی۔

دوسری حکمت مؤمنین کے لئے ہے کہ وہ ان واقعات میں عبرت وموعظت حاصل

کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر ایمان کی تازگی اور قوتِ عمل محسوس کریں۔ جیسا کہ کلام مجید میں ارشاد ہوا۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيٰتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

[الانفال:٦]

"سچے ایماندار تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے رب کے فرمودات بیان کیے جاتے ہیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔"

کچھ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا اور کچھ کا نہیں

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَّاْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ.﴾[المؤمن:٧٨]

"اے رسول ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں بعض کے حالات تو بیان کر دیے اور کچھ کے نہیں۔ کسی رسول کو بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ تعالی کے اذن کے بغیر خود کوئی نشانی (معجزہ) لے آتا۔ پھر جب اللہ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا۔ باطل پرست نقصان میں ہونگے۔"

نبوت کے اغراض ومقاصد

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾[الاعراف:۵۹]

''ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔انہوں نے کہا اے میری قوم ایک اللہ کی بندگی کرو۔اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔''

﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾[الاعراف:٦٥]

''اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو مبعوث کیا۔انہوں نے کہا اے میری قوم صرف ایک اللہ کی اطاعت وبندگی کرو۔اس کے بغیر تمھارا کوئی معبود نہیں۔کیا تم ڈرتے نہیں؟''

انبیائے کرام علیہم السلام دعوت توحید کے ساتھ اصلاح معاشرہ کا فریضہ بھی سرانجام دیا کرتے تھے چنانچہ لوط علیہ السلام نے دعوت توحید کے بعد فرمایا۔

﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ○ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ○﴾

[الاعراف:۸۰تا۸۲]

''اور جب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا اے میری قوم کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو۔جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں

کیا۔تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو،تم تو بالکل حد سے گزر جانے والی قوم ہو۔مگر اس قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔نکال دو ان لوگوں کو اپنی بستی سے یہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔''

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝﴾ [الاعراف:۸۵تا ۸۶]

''اہل مدین کی طرف ہم نے شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔اس نے کہا اے میری قوم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔اس کے بغیر تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے رب کی صاف ہدایت آ چکی ہے۔لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو۔لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔زمین میں فساد برپا نہ کرو۔جب کہ اس کی (عذاب لوط علیہ السلام کے بعد) اصلاح ہو چکی ہے۔اسی میں تمہاری بہتری ہے۔اور اگر تم مومن ہو ہر راستے پر (رہزن بن کر) نہ بیٹھو کہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور ایمان لانے والوں کو خدا کے راستے سے روکنے لگو۔اور نہ ہی سیدھی راہ کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرو۔یاد کرو جب تم بالکل تھوڑے تھے۔پھر اللہ نے تمہیں بہت زیادہ کر دیا۔آنکھیں کھول کر دیکھو مفسدین کا کیا حشر ہوا۔''

ہر نبی مصدق تھا

ہر آنے والا نبی پہلے نبی کی تصدیق کرتا تھا تا کہ سلسلہ نبوت کی کڑی سے کڑی ملتی جائے اور بنیادی (امور میں) کام کا تسلسل قائم رہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبَنِيْ إِسْرَآئِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾[الصف:٦]

''اور جب حضرت عیسٰی ابن مریم علیہما السلام نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی، جو مجھ سے پہلے اتری تھی۔ اور بشارت دینے والا ہوں، ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ جس کا نام احمد (ﷺ) ہو گا۔ مگر وہ جب ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا تو کہنے لگے یہ تو واضح جادو ہے۔''

نبی فضول رسموں سے نجات دلاتا ہے

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهُ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ أُنْزِلَ مَعَهٗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[الاعراف:١٥٧]

''جو اس نبی امی کی پیروی کریں۔ جسکا ذکر انکو تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک حرام کرتا ہے۔ اور ان سے بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لادے ہوئے تھے۔ وہ زنجیریں کھولتا ہے جن میں یہ جکڑے ہوئے تھے لہذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں۔ اور اس کی حمایت اور مدد کریں اور اس روشنی کے پیچھے چلیں جو اس کے ساتھ نازل ہوئی وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

نبوت کے اغراض و مقاصد کا خلاصہ

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾[البقرة: ۱۵۱]

''اسی طرح ہم نے تم سے ہی رسول بھیجا جو ہماری آیات سناتا ہے تمھاری زندگیوں کو سنوارتا ہے اور تمھیں کتاب و حکمت کی تعلیم سے آراستہ کرتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔''

انبیاء علیہم السلام کے تقرر کی وجہ

﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ [النساء : ۱۶۵]

''یہ سارے رسول خوشخبری دینے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ تعالی کے مقابلے میں عذر باقی نہ رہے۔ اللہ تعالی ہر حال میں غالب رہنے والا اور حکیم ہے۔''

انبیاء کرام علیہم السلام کا دستور العمل ......دعوت میں حسن اخلاق

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○﴾ [حٰمٓ السجدة: ۳۳-۳۴]

''اوراس آدمی کی بات سے اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے۔ جواللہ کی طرف بلاتا ہےاور خود نیک عمل کرتا ہےاوراقرار کرتا ہے میں مسلمان ہوں۔ اے نبیؐ! نیکی اور بدی برابر نہیں ہے۔ تم بدی کا جواب نیکی سے دو۔ بہترین انداز سے دیکھو کہ تمھارے ساتھ جسکی عداوت ہے وہ تمہارا گہرا دوست ہو جائے گا۔''

﴿اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾

[طه: ۴۳-۴۴]

''اے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام آپ دونوں فرعون کی طرف جائیں، یقیناً وہ بڑا سرکش ہے لیکن اس کے باوجود آپ اس کے ساتھ بات نرمی سے کریں۔''

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ [النحل: ۱۲۵]

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ طریقے کے ساتھ اور لوگوں سے بہترین انداز میں بحث کرو۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے، کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے اور کون ہدایت پر گامزن ہے۔''

داعی حق کا بلا معاوضہ کام کرنا

﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ﴾

[الانعام:۹۰]

''اے نبی کہہ دو کہ میں آپ سے دین کے کام پر کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ یہ تو تمام دنیا والوں کے لئے نعمت ہے۔''

﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ○ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾[ص:۸۶تا۸۸]

''کہہ دیجئے کہ میں آپ سے اس کی کوئی اجرت تو نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں سے ہوں یہ تو لوگوں کے لئے نصیحت ہے اور تم اس کی حقیقت کو کچھ ہی عرصہ کے بعد صحیح طور پر جان لو گے۔''

﴿قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ [سباء:۴۷]

''اے رسول آپ فرما دیں میں تم سے کسی اجر کا خواہاں نہیں ہوں۔ وہ تمہارے ہی لیے ہے۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے وہ ہر چیز پر نگران ہے۔''



پیغمبر مبلغ اور نمونہ ہوتا ہے

﴿قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ﴾ [یونس: ۱۰۸]

''اے نبی آپ فرمادیں لوگو! تمھارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے اب جو صحیح راستہ اختیار کرے گا اس ٹھیک راستے کا اسی کو فائدہ ہوگا اور جو گمراہ ہو گیا اس کا اسی کو نقصان ہے۔ میں تم پر کوئی وکیل نہیں بنایا گیا۔''

﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾ ''آپ ان پر چوکیدار مقرر نہیں کئے گئے۔''

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝﴾ [الغاشية: ۲۱-۲۲]

''آپ نصیحت کئے جائیں آپ تو بس نصیحت ہی کرنے والے ہیں۔ آپ کو ان پر جبر کرنے والا نہیں بنایا گیا۔''

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ [البقرة: ۲۵۶]

''دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ (غیر مسلموں کے لئے)''

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب: ۲۱]

''تمھارے لئے اللہ کے رسول کی ذات گرامی بہترین نمونہ ہے۔''

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ [یونس: ۱۶]

''میں نے نبوت سے پہلے تم میں کافی زندگی گزاری ہے۔ (تم نے مجھ میں کوئی عیب نہیں پایا) کچھ تو عقل کرو۔''

تذکرہ خلیل علیہ السلام کا منشاء

قرآن مجید کا حضرت خلیل علیہ السلام کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر تفصیلی روشنی ڈالنے کا مقصد ومنشاء یہ ہے کہ اہل عرب بالعموم اور قریش بالخصوص حضرت والا کی ذات بابرکات کے ساتھ اپنا تعلق بڑے فخریہ انداز میں بیان کرتے اور انکے متبع ہونے پر بڑے نازاں تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتے کہ صرف ہم ہی ملت حنیف کے فدائی اور شیدائی ہیں۔ مشرکین عرب کے علاوہ یہود ونصاریٰ بھی اپنی اپنی جگہ ان کو اپنا پیشوا گردانتے تھے۔

﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [آل عمران: ۹۵]

”آپ اعلان فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ آپ یکسو ہو کر عبادت کرنے والے ابراہیم کے طریقہ کی اتباع کرتے جائیں ابراہیم شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔“

﴿قُلْ إِنَّنِي هَدٰنِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[الانعام: ۱۶۱]

”آپ کہہ دیں میرے رب نے یقیناً مجھے ٹھیک راستے پر چلا دیا ہے۔ جو بالکل صحیح راستہ ہے! ابراہیم علیہ السلام یکسو تھے اور ان کا مشرکوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔“

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ﴾

[الممتحنة: ۴]

”تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا۔ ہم تم سے اور تمہارے باطل معبودوں

سے سخت بیزار ہیں۔ہم تمہارا اور تمہارے معبودوں کا انکار کرتے ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لڑائی اور عداوت ہوگئی ہے۔جب تک تم ان کو چھوڑ کر ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت نہ کرو۔''

﴿قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ٥ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ٥﴾

[الانعام: ۷۸،۷۹]

''اے برادران قوم! میں ان سے بیزار ہوں۔جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو۔میں نے تو ہمہ تن مطیع ہو کر اپنا چہرہ اسی ہستی کی طرف کر لیا ہے۔جس نے زمین وآسمان پیدا فرمائے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں کا ساتھی نہیں ہوں۔''

﴿وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ٥ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[الانعام: ۸۰،۸۱]

''اسکی قوم اس سے جھگڑنے لگی تو اس نے قوم سے فرمایا۔کیا تم لوگ اللہ تعالی کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو۔حالانکہ اس نے مجھے راہ مستقیم دکھا دی ہے اور میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے معبودوں سے نہیں ڈرتا۔ہاں میرا رب کچھ کرنا چاہے تو ضرور ہو جائے گا۔میرے رب کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں؟ آخر میں تمہارے معبودان باطل سے کس طرح ڈروں۔جب کہ تم اللہ کے

ساتھ ان کو شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لئے تمہارے پاس اس اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اگر تمہیں صحیح علم ہے تو تم ہی بتلا دو کہ ہم دونوں جماعتوں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟"

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ○هَا أَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[آل عمران: ۶۵تا۶۷]

"اے اہل کتاب تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہم سے جھگڑ رہے ہو حالانکہ تورات اور انجیل دونوں آپ (ابراہیم علیہ السلام) کے بعد نازل ہوئی ہیں کیا تم یہ بھی بات سمجھنے کے لئے تیار نہیں؟ ہاں تم لوگ جھگڑ چکے جس میں تمہیں کچھ علم تھا اب اس معاملے میں تم کیوں جھگڑتے ہو۔ جس کا تمہارے پاس علم ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے۔ لیکن تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ تو سچے مسلمان تھے۔ اور ان کا مشرکوں کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہ تھا۔"

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: ۶۸]

"ابراہیم کے ساتھ نسبت رکھنے کا حق تو ان لوگوں کو ہے جو ان کے متبع تھے اور پھر اس نبی (محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور جو آپ پر ایمان لائے ابراہیم کے ساتھ نسبت رکھنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اللہ ان کا حامی و مددگار ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔"

تدبر وتفکر

جو دین حضرت ابراہیم علیہ السلام لے کر آئے تھے اس کو ان کا باپ اور قوم ماننے کی بجائے مخالفت کر کے ذلیل وخوار ہوئے۔ بالکل اسی دین کی دعوت تمہارے عزیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دے رہے ہیں۔ تم تسلیم ورضا کی بجائے قوم ابراہیم علیہ السلام کی طرح جنگ وجدال پر اتر آئے ہو۔ کہیں تمہارا حشر بھی وہ نہ ہو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مخالفین کا ہوا۔

﴿وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾[الانبیاء:۷۰]

''وہ ابراہیم کو رسوا کرنا چاہتے تھے لیکن ہم نے ان کو اس میں ناکام کر دیا۔''

﴿وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾

[النحل:۱۲۲]

''ہم نے اسکو دنیا میں عزت وعظمت سے نوازا اور آخرت میں وہ نیک لوگوں کا ساتھی ہوگا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام اور کام

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾[الانعام: ۷۴]

''جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا آپ بتوں کو معبود بناتے ہیں۔ میں آپکو اور آپ کی قوم کو واضح گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔''

مؤرخین اور تورات نے آپ کے والد کا نام تارخ بتایا ہے اور کلام مجید نے آزر کے نام سے پکارا۔ اس لئے قران مجید اور مؤرخین کے خیالات میں فرق ختم کرنے کے لئے مختلف راہیں اختیار کی گئیں۔

ایک مفسر کا خیال ہے حضرت کے والد آپ کی پیدائش کے بعد جلد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی تربیت آپ کے چچا نے کی چچا کیونکہ بمنزلہ باپ کے ہے اسی لئے قرآن حکیم نے آزر کو ابیہ کے نام سے پکارا۔

دوسرے صاحب قلم کا عندیہ ہے کہ آپ کے والد کا اصلی نام تارخ تھا۔ لیکن وہ محب صنم ہونیکی وجہ سے آزر کہلایا۔ کیونکہ عبرانی میں محب صنم کو آزر کہا جاتا ہے۔

تیسرے مؤرخ نے تطبیق کا راستہ تلاش کرتے ہوئے لکھا کہ آپ کے باپ کا اصلی نام تارخ اور وصفی (پیشہ وارانہ) نام آزر تھا۔ لیکن قرآن مجید ان تکلفات سے پاک ہے اور ببانگ دہل آپ کے والد کو آزر کے نام سے یاد کر رہا ہے لہذا ہم ان کے باپ کو آزر ہی کے نام سے یاد کریں گے۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد بت تراش کر بازاروں میں فروخت کیا کرتے تھے حالانکہ جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے والد مذہبی پیشوا اور اس زمانے کی حکومت میں مرکزی کابینہ کے رکن ہونیکی بنا پر حاکم وقت اور عوام الناس میں انتہائی احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔



قرآن پاک میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر گرامی

البقرۃ: 124.125.126.127
130.132.133.140
135.136.158.160
آل عمران: 33.35.67.68
84.95.97
النساء: 54.125.163
الانعام: 74.75.83.151
التوبۃ: 70.114
ہود: 69.74.75.76
ابراہیم: 36
الصافات: 83.104.109
النحل: 120.123
الانبیاء: 51.60.62.69
الاحزاب: 70

ص: 45
الزخرف: 43
النجم: 37
الممتحنۃ: 4
یوسف: 6.38
الحجر: 51
مریم: 4.46.58
الحج: 26.63.78
العنکبوت: 16.31
الشوریٰ: 13
الذاریات: 24
الاعلیٰ: 19
الشعراء: 69
الحدید: 26

تعداد 63



ولادت باسعادت

تورات کے نسخہ سپتینہ کا جو ترجمہ عبرانی سے یونانی میں تین سو سال قبل مسیح کیا گیا اور جس میں بہتر یہودی دانشور شریک تحقیق ہوئے اس کے حوالے سے ماہر اثریات سر چارلس مارسٹن نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سن ولادت ۲۱۶۰ قبل مسیح تحریر کیا ہے۔آپ کی عمر مبارک ۱۷۵ سال تھی چنانچہ مذکورہ تحقیق کے مطابق آپ کی وفات پر ملال ۱۹۸۵ سال قبل مسیح قرار پائی۔(حوالہ از انبیائے قرآن)

جدید اثری تحقیق میں نہ صرف وہ شہر معلوم ہو گیا ہے جس میں حضرت کی ولادت ہوئی بلکہ دور ابراہیمی علیہ السلام کے حالات وواقعات تفصیل کے ساتھ سامنے آئے ہیں۔آپ جنوبی عراق میں دریائے فرات کے کنارے پر واقع شہر اُر (UR) میں پیدا ہوئے جس کو موجودہ جغرافیائی زبان میں تل ابیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ علیہ السلام کے آبائی شہر کے تمدنی ومذہبی حالات

آپ کے پیدائشی شہر کی آبادی کا ڈھائی لاکھ سے لے کر پانچ لاکھ تک اندازہ کیا گیا ہے۔آثار قدیمہ کے کھنڈرات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی زندگی کا مقصد دولت کمانا اور سود خوری مقدمہ بازی ان کا مشغلہ تھا۔

اس وقت کے مذہبی حالات کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ آپ کے شہر اُر (ur) میں پانچ ہزار خداؤں کے نام دریافت کئے گئے ہیں۔دوسرے شہروں اور قصبات کے الگ الگ خدا مقرر تھے۔ہر شہر کا ایک خاص خدا ہوتا تھا۔جس کو رب البلد یعنی شہر کا خدا کہتے تھے۔ظاہر ہے اس کا احترام دوسرے خداؤں سے زیادہ کرتے تھے ......! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیدائشی شہر کا بڑا خدا نار تھا (چاند دیوتا) اسی وجہ سے

بعض مؤرخین نے اس شہر کا نام قرینہ بھی لکھا ہے۔ننار کا بت شہر میں سب سے اونچی جگہ رکھا گیا تھا۔جس کے ساتھ ہی اس کی بیوی (نن گل) کا معبد تھا۔لوگ ان مزاروں کے سامنے مراقبے،سجدہ اور طواف کرتے تھے۔

ننار کے مزار کی شان شاہی محل سرا کی تھی۔یہاں ہر وقت نئی عورت آ کر ٹھہرتی یہاں بہت سی عورتوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔وہ عورت بڑی محترم سمجھی جاتی تھی جو اپنی چادر عفت کو اس پر قربان کر دیتی۔اس مزار کے نام بہت سے رقبے وقف تھے جنکی آمدنی مجاور ہی استعمال کر سکتے تھے۔

تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ مشرک اپنے اعمال وافکار کے لحاظ سے ہر زمانے میں یکساں رہے ہیں۔ملائکہ پرستی،جنات پرستی،بت پرستی ستارہ پرستی،چاند پرستی،سورج پرستی کے علاوہ شاہ پرستی بھی ہوتی تھی لوگوں کی بے علمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بادشاہ بھی اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا۔

اس شرک وبدعات کی یلغار اور بھر مار میں رب کریم کا فضل وکرم جوش میں آیا۔اس نے اسی مرکز شرک وخرافات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔اس کی قدرت کا کرشمہ اور سنت قدیمہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم برائی حد سے گزرنے لگتی ہے تو رب کبریا حق وباطل کا معرکہ دنیا کے سامنے نمودار فرماتے ہوئے اعلان کرتے ہیں۔

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

[بنی اسرائیل:۸۱]

”اعلان فرما دیجئے!حق آ گیا اور باطل مٹ گیا باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔“

﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ [سبا:۴۹]

”فرما دیجئے!حق پہنچ گیا۔اب باطل نہ ٹھہر سکتا ہے اور نہ پلٹ سکتا ہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چہرہ مبارک

واقعۂ معراج ذکر کرتے ہوئے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام ساتویں آسمان پر لے گئے۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ شخصیت بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

((هٰذَا أَبُوكَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ)) [مسند احمد: ۱۷۱۶۵]

"یہ آپ کے والد گرامی قدر ابراہیم علیہ السلام ہیں آپ آگے بڑھ کر سلام عرض کریں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے آگے بڑھ کر سلام پیش کیا۔ جواباً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کہتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

((مَرْحَبًا بِالِابْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ)) [مسند احمد: ۱۷۱۶۵]

"خوش آمدید (جی آیاں نوں) نیک بیٹا اور نبی صالح بھی۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا ذوق وشوق دیکھتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا کہ جس نے ابراہیم علیہ السلام کے رخ زیبا کا اندازہ لگانا ہو وہ مجھے دیکھ لے۔ [رواه البخاري: باب قول الله تعالى واتخذ الله ابراهيم خليلا]

معزز قارئین! پہلے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاثرات ومشاہدات ملاحظہ فرمائیں۔



نبی اکرم ﷺ کے رخ انور کی ایک جھلک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن بے تکلفی کے انداز میں حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کے بارے میں کہا:

وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ   بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

[سنن الکبریٰ للبیہقی]

''جب تم آپ کے رخ تاباں پہ نظر ڈالو تو اس کی شان رخشندگی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ جیسے کہ ابر میں بجلی کوندرہی ہو۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات چاند کی روشنی میں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو سرخ جوڑے میں ملبوس پایا میں کبھی چاند کی چاندنی اور کبھی آقائے گرامیؐ کو بار بار دیکھتا ہوں۔ بالآخر میں نے یہ فیصلہ کیا۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ [رواہ الترمذی:باب ماجاء فی لبس الحمرۃ]

''کہ نبی پاک ﷺ کا چہرہ چاند سے کہیں زیادہ حسین وجمیل ہے۔''

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي   وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

''اے اللہ کے رسول ﷺ میری آنکھ نے آپ ﷺ جیسا حسین دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی اتنا خوبصورت کسی ماں نے جنا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کہ آپ کو آپکی خواہش کے مطابق بنایا گیا ہے۔''

((وهو خاتم النبيين اجود الناس صدرا واصدق الناس لهجة والينهم عريكة واكرمهم عشيرة)) [شمائل ترمذی]

''آپ خاتم النبیین ہیں۔تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی اور سب لوگوں سے زیادہ بات کے سچے، طبیعت کے نرم، خاندان میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پہلی دفعہ دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا تو گرویدہ ہو جاتا۔

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

''میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قد وقامت میں فرق

سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میری اور ابراہیم علیہ السلام کی قامت میں فرق تھا۔ ابراہیم علیہ السلام قد وقامت میں مجھ سے دراز تھے۔

((فَأَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ طَوِيلٍ لَا أَكَادُ أَرٰى رَأْسَهٗ طُولًا وَإِنَّهٗ إِبْرَاهِيمُ))

[رواه البخاری: باب قول الله تعالیٰ وتخذوا الله ابراهيم خليلا]

''پھر جبریل علیہ السلام مجھے ایسے لمبے شخص کے پاس لے گئے۔ ممکن نہ تھا کہ میں آپ کے سر کی چوٹی کو دیکھ سکوں۔ وہ تھے جناب ابراہیم علیہ السلام۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ماحول

آپ علیہ السلام نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی۔ جو شرک وخرافات میں غرق، اور جس گھر میں جنم لیا وہ بھی شرک وخرافات کا مرکز تھا۔ اس پر اکتفا نہیں بلکہ اس ساری خرافات کو حکومت وقت اور آپ کے والد کی معاونت اور سرپرستی حاصل تھی حکمران نے

جہالت زدہ ماحول کی وجہ سے خود خدا بنایا ہوا تھا۔

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾[البقرہ: ۲۵۸]

''کیا آپ نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا تھا جھگڑا اس بات پر کہ ابراہیم کا رب کون ہے؟ اس بناء پر کہ اللہ نے اس کو حکومت سے نوازا تھا۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں موت وحیات ہے۔ بادشاہ کہنے لگا۔ زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسکو مغرب سے نکال یہ دلیل سن کر بادشاہ حیران وششدر رہ گیا۔ اللہ ظالموں کو راہ حق نہیں دکھایا کرتا۔''

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ ہے کہ جن حضرات کو نبوت کا منصب عطا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو ابتداء سے ہی اپنی نگرانی وحفاظت میں رکھتے ہوئے اس منصب جلیلہ پر فائز فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کرنے سے پہلے ان کی پیدائش سے لے کر دربار فرعونی تک اپنی حفاظت میں رکھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھئے کہ کس طرح قدم قدم پر حفاظت فرماتے ہوئے ان کو تخت مصر پر بٹھایا بھائیوں کا حسد اور ارادہ قتل، بیگمات مصر کی گناہ میں آلودہ کرنے کی سازش ان کے قدم پھسلا نہ سکی، نبی اکرم علیہ السلام کی اس طرح حفاظت فرمائی کہ آپ علیہ السلام کبھی بھی شرک وخرافات کی طرف

مائل نہیں ہوئے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ﴾[الانبیاء: ۵۱]

''ہم نے ابتداء ہی سے ابراہیم علیہ السلام کو رشد و ہدایت سے نوازا اور ہم اس کو خوب جانتے تھے۔''

انبیاء اکرام علیہم السلام کے مشن کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ علم سے آگے عین الیقین بلکہ حق الیقین تک پہنچ جائیں۔ کیونکہ انہوں نے ایسے زوردار انداز میں جاہل اور اجڈ قوم کے سامنے اپنا نقطہ نظر پیش کرنا ہوتا ہے، کہ اگر وہ حق کو قبول نہیں کرتے تو ان کے اندر کم از کم حق کے سامنے دلیل کے ساتھ بولنے کی سکت باقی نہ رہے۔ اسی لئے انبیاء عظام کو مختلف طریقوں سے مشاہدات کروائے جاتے ہیں تا کہ پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ حق کو واضح کر سکیں یہی وہ درخواست ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور پیش کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے رب کے حضور اطمینانِ قلب کی درخواست

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[البقرة:۲۶۰]

''اے میرے پروردگار! مجھے دکھا کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے ابراھیم علیہ السلام کیا تو ایمان نہیں لایا۔ عرض کیا کیوں نہیں میرے اللہ لیکن میں دیکھنا چاہتا ہوں اس لئے کہ میرا

دل مطمئن ہو جائے فرمایا اچھا چار پرندے لے لو اور ان کو اپنے آپ سے مانوس کرو پھر ان کا ایک ایک جزء الگ الگ پہاڑ پر رکھ دو۔ اس کے بعد ان کو پکارو وہ تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ خوب جان لیجئے اللہ تعالیٰ نہایت بااختیار اور حکمت والا ہے۔"

گویا مشاہدے میں یہ بات نمایاں فرما دی۔ اسی طرح مرنے کے بعد انسانوں کو چاروں طرف سے جمع کر لیا جائے گا۔ جس طرح انہوں نے آپ کو پہچان لیا ہے اسی طرح وہ اپنے مالکِ حقیقی اور اپنے آپ کو اہل وعیال اور اپنے اعمال کو پہچان لیں گے۔

میدان تبلیغ میں پہلا قدم

باپ کے سامنے دعوت حق:

حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھ رہے تھے کہ شرک کا سب سے بڑا مرکز ان کا گھر بنا ہوا ہے لہٰذا حق کا تقاضا تھا کہ پیغام حق کی ابتداء اپنے ہی گھر سے کی جائے۔ چنانچہ مؤثر دلائل اور پوری دل سوزی کے ساتھ یہ بات باپ کی خدمت میں پیش فرمائی۔ آج سے ہزاروں برس قبل باپ اور اس کے عظیم بیٹے کے درمیان جو مکالمہ ہوا کلام مجید کے مبارک الفاظ میں سنیں:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ○ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ

مِنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا﴾[مریم:۴۱،۴۵]

''اے نبی! اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کریں۔ بے شک وہ راست باز انسان اور نبی تھے جب کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی آپ کے کام آسکتی ہیں ابا جان میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ آپ میری بات مانیں (اتباع کریں) میں آپ کو ٹھیک راہ بتاؤں گا اے ابا جان آپ شیطان کی بندگی نہ کریں۔ شیطان تو رب کا نافرمان ہے اے ابا جان مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمان کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی نہ بن جائیں۔''

باپ کا جواب

﴿قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ اٰلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا﴾[مریم:۴۶]

''اے ابراہیم علیہ السلام کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو ایسی تبلیغ سے باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر مار مار کر جان سے مار دوں گا۔ پس تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔''



خلاصہ خطاب

عبادت کا معنی ہے: (۱) غلام ہونا۔(۲) بندگی (اطاعت) کرنا۔(۳) حکم ماننا۔

عبادت بمعنی غلامی

﴿ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ۝ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ﴾[المؤمنون: ۴۵ تا ۴۷]

''پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنے دلائل اور معجزات دے کے فرعون اور اسکے ساتھیوں (وزیروں) کے پاس بھیجا۔ مگر انہوں نے تکبر کیا کیونکہ وہ سرکش لوگ تھے کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں کی پیروی کریں جب کہ ان کی قوم ہماری عابد (غلام) ہے۔''

جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچ کر سمجھانے لگے تو اس نے بطور طعن کہا کیا ہم نے تجھے بچپن میں نہیں پالا ہے کیا تو اس کا صلہ یہ دے رہا ہے (یعنی میری خدائی کا انکار کر رہا ہے اور لوگوں کو بھی انکاری بنا رہا ہے۔)

موسیٰ علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا کیا تو نے جو مجھ پر اتفاقی انداز میں نیکی کی ہے اس کا یہ معنی ہے کہ تو میری قوم کو غلام بنالے۔

﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾

[الشعراء: ۲۲]

''کیا میری ذات پر احسان کا مطلب یہ ہے کہ تو میری پوری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھے۔''

یہاں دونوں مقامات پر عبادت بمعنی غلامی استعمال کیا گیا ہے۔

عبادت بمعنی اطاعت

عبادت کا دوسرا معنی ہے۔ کسی کو یہ سمجھ کر اس کی پیروی کرنا کہ شریعت بنانے اور حلال وحرام کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ صرف ایک آیت مبارکہ سے اندازہ فرمالیں۔

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا﴾[التوبہ:۳۱]

''انہوں نے علما اور پیروں فقیروں کو اللہ کی بجائے اپنا رب بنالیا اور اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنایا حالانکہ ان کو ایک خدائے حقیقی کے علاوہ کسی کی عبادت کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔''

حاتم طائی کے صاحبزادے حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت میں یہود ونصاری کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ علماء اور مشائخ کو خدا بناتے تھے حالانکہ ایسا نہیں تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی سے پوچھا کیا تمہارے علماء اور بزرگ کسی چیز کو حرام ٹھہراتے تھے اور تم بغیر دلائل ان کے حلال کو حلال ان کی حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں سمجھ لیتے تھے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری حالت تو یہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہی تو عبادت ہے یعنی بغیر شرعی دلائل کے اندھی تقلید ہی عبادت من دون اللہ ہے۔

عبادت بمعنی پرستش

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ

﴿هٰٓؤُلَاۤءِ شُفَعَاۤؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾[یونس:١٨]

''وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور وہ کہتے ہیں ہم تو ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾[الزمر:٣]

''جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا ولی بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں ہم تو ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔''

قیامت کے روز ایسے افعال کرنے والے تمام لوگوں کو شیطان کی عبادت کرنے والوں میں شریک کر کے ان الفاظ سے پکارا جائے گا۔

﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾[یٰس:٦٠]

''اے آدم کی اولاد کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا بڑا کھلا دشمن ہے۔''

اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان تمام افعال کو شیطان کی عبادت سے تعبیر کر رہے ہیں اور اپنے باپ کے سامنے عرض کر رہے ہے۔ ابا جان یہ تو شیطان کی عبادت ہے آپ اسے چھوڑ دیں۔ لیکن باپ نے جو جواب دیا وہی مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوابات دے رہے ہیں۔ قیامت تک اہل توحید کو اسی متشددانہ جواب اور انہی بے ہودہ دلائل سے واسطہ پڑتا رہے گا۔

دعوت حق دوسرے مرحلہ میں:

پہلے مرحلے میں صرف اپنے والد گرامی کو مخاطب کیا تھا۔ پھر انہوں نے باپ کے ساتھ قوم کو بھی متوجہ فرمایا۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ٥ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ﴾[الشعراء:۶۹،۷۰]

''اوران کو ابراھیم علیہ السلام کا واقعہ سنایئے جب انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے پوچھا تھا ان کی کیا حقیقت ہے جن کو تم پوجتے ہو۔''

جواب:

﴿قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ﴾[الشعراء: ۷۱]

انہوں نے کہا ہم بتوں (پتھر، اینٹ، لکڑی کے بنے ہوؤں) کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر انہی کے سامنے ہم اعتکاف (مراقبے) کرتے ہیں۔

سوال:

﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ٥ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ﴾[الشعراء: ۷۲،۷۳]

''فرمایا کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں جب انکو پکارتے ہو یا تم کو نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں۔''

﴿قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ﴾[الشعراء: ۷۴]

''انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خطاب:

﴿قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ○ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ○ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ○ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ○ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ○ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ○ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ○ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ○ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ○ وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ○ وَاجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ○ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ○ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ○ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ○ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ○ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ○ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ○ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ○ مِن دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ أَوْ يَنتَصِرُونَ ○ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ○ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ○ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ○ تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ○ فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ ○ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ○ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ○ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ○﴾ [الشعراء: ۷۵تا۱۰۴]

’’کیا تم نے کبھی غور بھی کیا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ تم بھی اور تمہارے بزرگ میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے اس ایک اللہ

نے مجھے پیدا فرمایا اور پھر ہدایت بخشی۔ وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔ وہی مجھے موت دے گا اور وہی مجھے دوبارہ زندہ کرے گا اسی سے میں امید کرتا ہوں کہ روز قیامت وہ میری خطاؤں کو معاف فرما دے گا۔ اے میرے رب مجھے قوت نافذہ عطا فرما دے اور مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے میرے بعد آنے والے مجھے اچھے الفاظ سے یاد کریں۔ مجھے نعمتوں والی جنت کا وارث بنا دے۔ میرے باپ کو معاف کر دے۔ کیونکہ وہ گمراہوں میں ہو گیا ہے اور مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جس دن لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔''

جس دن نہ مال اور نہ اولاد فائدہ مند ہونگے سوائے اسکے جو قلب سلیم لے کر اللہ کے حضور حاضر ہوا جب جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی اور جہنم گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی پھر ان سے پوچھا جائے گا کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے۔ اپنے اللہ کو چھوڑ کر کیا وہ تمہاری مدد کر رہے ہیں یا اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔ پھر دھکیلا جائے گا۔ جہنم میں معبودوں اور گمراہوں کو اور ابلیس کے سارے ساتھی بھی جہنم میں داخل ہوں گے۔ وہاں یہ سب کے سب آپس میں جھگڑیں گے۔ اور پھر اقرار کریں گے بخدا ہم تو کھلی گمراہی میں تھے۔

جب تم ان کو رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ ان بڑے مجرموں نے ہی ہم کو گمراہ (مجرم) بنایا۔ اب ہمارا کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی ولی اور دوست، کاش ہمیں ایک دفعہ پھر پلٹنے کا موقع مل جائے اور ہم ایمان دار ہو جائیں گے یقیناً اس میں عبرت و نصیحت ہے لیکن ان کی اکثریت نہیں مانے گی تیرا رب یقیناً زبردست حکمت والا ہے اور رحیم ہے۔

اسی لئے قرآن مجید نے بڑے غضبناک لہجے میں ان کو مخاطب کیا۔

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾

[الانفال:۲۲]

''اللہ کے نزدیک پوری مخلوق میں سب سے بدتر انسان وہ ہیں جو (حق کے معاملے میں) گونگے بہرے ہیں۔اور عقل کے اندھے ہیں۔''

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [الاعراف: ۱۷۹]

''حقیقت تو یہ ہے بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو جہنم کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔(وجہ یہ ہے) ان کے سینے میں دل ہیں مگر ان سے سوچتے نہیں انکی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے کان بھی ہیں مگر ان سے سنتے ہی نہیں (حق بات کو) وہ جانوروں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی گئے گذرے۔یہی وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے ہیں۔''

دنیا میں جتنے بھی انبیائے عظام تشریف لائے سب کو اسی رکاوٹ کا مقابلہ کرنا پڑا۔قوموں اور افراد کے لئے اپنے پرانے باطل نظریات کو چھوڑنا شروع ہی سے مشکل رہا ہے۔جیسا کہ قرآن مجید نے مذکورہ مقام اور متعدد مقامات پر اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ﴾[البقرة:۱۷۰]

''جب کبھی ان کو کہا جائے۔اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کی اتباع کرو تو

جواب میں کہتے ہیں ہم تو صرف اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اچھا اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کام نہیں لیا اور راہ حق کی پیروی نہیں کی تو اس کے باوجود یہ اسی راستے پر چلتے جائیں گے۔"

﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَ نَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

[الاعراف:۲۸]

"یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا (بزرگوں) کو اسی طریقے پر پایا اور اللہ نے بھی یہی حکم دے رکھا ہے۔ ان سے فرما دیں اللہ تعالیٰ بے حیائی کا کبھی حکم نہیں دیا کرتے کیا تم اللہ کا نام لے کر وہ باتیں کہتے ہو۔ جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔"

تقلید کا انجام

﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُ وا مِنَّا كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝﴾

[البقرة:۱۶۶،۱۶۷]

"جب وہ پیشوا اور راہنما جن کی دنیا میں پیروی کی گئی اپنے پیروکاروں سے بے تعلقی ظاہر کر دیں گے اور (اللہ کے) عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے تمام اسباب و وسائل کٹ جائیں گے اور وہ لوگ جو دنیا میں پیروی

کرتے تھے کہیں گے کاش ہم کو ایک بار دنیا میں جانے کا موقعہ دیا جائے تو جس طرح آج یہ (پیر راہنما) ہم سے بیزار ہوئے ،ہم بھی دنیا میں جا کر ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ ایسے ہی اللہ ان کو ان کے اعمال دکھاتا ہے پھر وہ انہیں دیکھ کر حسرت زدہ ہو جاتے ہیں۔''

﴿قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ٥ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [الصٰفٰت: ۲۸،۲۹]

''پیروی کرنے والے اپنے رہنماؤں سے کہیں گے ،تم سیدھے رُخ سے ہمارے پاس آئے تھے۔ وہ جواب دیں گے تم خود ، ماننے والے نہ تھے۔''

﴿وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ٥ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّا لَذَائِقُونَ﴾ [الصافات: ۳۰، ۳۱]

''ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا بلکہ تم خود ہی سرکش تھے۔ ہم پر اللہ کا فرمان سچ ثابت ہوا کہ ہم عذاب کا مزہ چکھنے والے ہوئے۔''

﴿وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ٥ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ٥﴾

[الاحزاب ۶۷، ۶۸]

''عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم ان لیڈروں اور بڑوں کے پیچھے چلے۔ پس انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا اے ہمارے رب ان پر دہرا عذاب کر دے اور ان پر سخت لعنت فرما۔''

توحید اور ادب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو میں کمال درجے کا ادب۔

﴿الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ○ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ○ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ○﴾ [الشعراء:٧٨تا٨٠]

''اس نے مجھے پیدا فرمایا اسی نے مجھے ہدایت سے نوازا۔ وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔''

لیکن کمال ادب دیکھیے کہ جناب خلیل اللہ علیہ السلام، بیماری کی نسبت اپنی طرف اور صحت کی نسبت خدائے وحدہ لاشریک کی طرف فرما رہے ہیں حالانکہ بیماری وتندرستی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہیں، یہی ادب اہل ایمان کو سورۃ فاتحہ میں سکھلایا گیا ہے۔ انعام وہدایات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی اور ضلالت وگمراہی بندے کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ○ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ○﴾ (آمین) [الفاتحہ:٦، ٧]

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا جو مغضوب نہیں ہوئے اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔ (اے اللہ قبول فرما)۔''

سورۃ جن میں جنات کی گفتگو کا ذکر کیا گیا ہے وہاں جنات بھی اسی ادب کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

﴿وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ○ وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا﴾ [الجن:١٠، ١١]

"یہ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ زمین والوں کے ساتھ کوئی برا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔ہم سے کچھ لوگ (جنات) نیک ہیں اور کچھ دوسرے (بد) ہیں اور ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔"

چاند سورج اور ستارہ پرستوں سے خطاب

جیسا کہ ہم نے ابتداء میں ذکر کیا تھا حضرت خلیل علیہ السلام کی قوم کے لوگ صنم پرستی کے ساتھ ساتھ ستارہ پرستی کے بھی قائل تھے۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مناسب جانا اب وقت آ گیا ہے کہ معبودان ارضی کے ساتھ معبودان فلکی (چاند سورج،ستاروں) کی پرزور تردید کی جائے۔لیکن اسلوب بیان ایسا اختیار فرمایا۔کہ شرک کا مریض، یکا یک بدک نہ جائے ، کیونکہ مریضِ شرک بہت جلد باز اور ہلکی طبیعت کا واقع ہوا ہے۔جب بھی اس کو محسوس ہو جائے کہ نسخہ توحید کے ساتھ میرا علاج ہونے والا ہے تو پہلے ہی بھاگنا اور منہ بسورنا شروع کر دیتا ہے۔

مشرک کی نشانی

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾

[الزمر: ۴۵]

"جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت کے منکروں کے دل کڑھنے لگتے ہیں۔جب اللہ کے علاوہ دوسروں کا تذکرہ ہوتا ہے تو یکا یک خوشی سے کھل جاتے ہیں۔"

بلکہ ایسے لوگوں کا وطیرہ یہ ہوتا ہے کہ قرآن ہی نہ سنا جائے۔

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ﴾ [حم السجدة:٢٦]

''منکرین حق کہتے ہیں اس قرآن مجید کو ہرگز نہ سنو، جب یہ سنایا جائے تو تم شوروغوغا کرو، شاید تم غالب آ جاؤ۔''

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں مریض شرک کی عجیب حالت تھی۔

﴿وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾ [نوح: ٧]

''جب بھی میں نے انکو آپ کی طرف بلایا تا کہ آپ ان کو معاف فرمادیں تو انہوں نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں سے چہروں کو ڈھانپ لیا اور اپنے کیے پر اکڑ گئے اور بہت بڑی ہی سرکشی اور تکبر کا مظاہرہ کیا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے دانا اور خطیب تھے

اسی لئے حضرت خلیل علیہ السلام نے نہایت اچھے اور دلچسپ انداز میں توحید سمجھانے کی کوشش فرمائی یہ انداز بیان ان کی زبردست معجزانہ فصاحت وبلاغت اور حکمت ودانائی کا مرقع ہے۔ جب شام ہوئی تو پردہ ظلمت سے ستارے درخشاں ہوئے تو اپنی قوم کا عقیدہ نقل کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ میرا رب ہے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد چمکتے ہوئے تارے ڈوب گئے۔ فرمایا ڈوبنے والے رب نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ محکوم ہیں محکوم ومجبور کبھی رب نہیں ہو سکتے۔ پھر پردہ ظلمت چاک ہوا اور چاند چمکتا ہوا نکل آیا فرمایا یہ ہے میرا رب، لیکن چاند بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

اب صبح ہوئی اور مہر جہاں روشن ہوا، فرمایا یہ میرا رب ہے یہ ان سب سے بڑا ہے،

لیکن روشنی اور تمازت کو بھی قرار نہیں۔ پہلے بڑھ رہی تھی، دوپہر کے بعد ڈھلنے لگی سورج غروب ہو گیا وہ پکار اٹھے یہ سب محکوم و مجبور اور بے بس ہیں ان کو لانے اور لے جانے والا سچا مالک و مختار اللہ ہی عبادت کے لائق ہے اب ان کا مکالمہ قرآن کے پیارے الفاظ میں سنیے!

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ o فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَآ أُحِبُّ الْاٰفِلِينَ o فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّينَ o فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّي هٰذَآ أَكْبَرُ فَلَمَّآ أَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ إِنِّي بَرِيٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ o إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ o وَحَآجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَآجُّوٓنِّي فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِٓ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ o وَكَيْفَ أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ o﴾

[الانعام: ۷۵تا۸۱]

"اس طرح ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے زمین و آسمان کا نظام حکومت دکھایا تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو جائے۔ چنانچہ جب رات چھا گئی، تو اس نے ایک تارا دیکھا اور کہا یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب تارا ڈوب گیا تو

کہنے لگے میں ڈوبنے والے کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ جب چمکتے ہوئے چاند کی طرف دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے۔ جب وہ بھی چھپ گیا تو فرمایا۔ اگر میرا رب مجھے ہدایت سے نہ نوازتا تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے۔ یہ ان سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو ارشاد فرمایا اے برادرانِ قوم میں بری ہوں، ان سے جن کو تم شریک بناتے ہو میں نے تو بالکل اپنا چہرہ اس ہستی کی طرف کر لیا ہے، جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور میں مشرکوں کے ساتھ نہیں ہوں۔ تو اس کی قوم اس سے جھگڑنے لگی۔ تو فرمایا کیا اللہ کے بارے میں میرے ساتھ جھگڑتے ہو۔ حالانکہ اس نے مجھے صراط مستقیم دکھائی، میں تمھارے بنائے ہوئے معبودان باطل سے نہیں ڈرتا، ہاں اگر میرا رب نقصان پہنچانا چاہے تو ضرور ہو سکتا ہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز پر محیط ہے کیا اب بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرو گے؟ آخر میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیوں ڈروں۔ اللہ نے تمھارے لیے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ ہم دونوں فریقوں میں کون امن و سلامتی کا حق دار ہے۔ بتاؤ اگر تم کچھ جانتے۔"

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کا تدریجی عمل تھا، حالانکہ اس خطاب کے سیاق و سباق سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نہ تو ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کا تدریجی عمل تھا اور نہ ہی ایک لمحہ کے لئے ان چیزوں کو معبود تصور کرتے تھے۔ بلکہ قرآن مجید اس واقعہ کے آخر میں واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ﴾

[الانبیاء:۵۱]

''ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء ہی سے ہدایت سے نوازا تھا اور ہم اس کو خوب جاننے والے تھے۔''

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا اٰتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلٰى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾[الانعام : ۸۳]

اس سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام تو قوم کے سامنے شرک (ستارہ پرستی) کی تردید کے دلائل دے رہے تھے جب کہ اللہ تعالی نے آپکو روز اول سے ہی ہدایت سے نواز رکھا تھا۔

اس ارشاد خداوندی سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء سے ہی رشد و ہدایت حاصل ہو چکی تھی، اگر وہ پھر بھی ستارے اور چاند سورج ہی کو معبود تصور کر رہے تھے تو وہ ہدایت کیا تھی جو پہلے سے اللہ تعالی نے عطا فرمائی تھی۔ اس لیے یہ غلط ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا ایمان تدریجی مراحل میں تھا۔

چاند اور سورج کی حقیقت

اللہ تعالی نے چاند اور سورج کی منازل مقرر کی ہیں وہ اپنے دائرہ کار کے اندر رہ کر اپنی ڈیوٹی بجالاتے ہیں، کوئی مقررہ قاعدہ سے سرمو بھی انحراف نہیں کر پاتا۔

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ○ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ○ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾[یس:۳۸تا۴۰]

''سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ زبردست علیم ہستی کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اور چاند کے لئے بھی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ ان منزلوں سے گزرتا ہوا بالآخر وہ کھجور کی سوکھی ہوئی ٹہنی کی مانند پتلا ہو جاتا ہے نہ سورج کے بس میں ہے کہ وہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن سے آگے نکل سکتی ہے ہر ایک اس فضا میں تیر رہا ہے۔''

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَـٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُم بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ○ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَـٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُم بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ○ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ○ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ○﴾

[القصص:۷۱تا۷۵]

''آپ فرمادیں کیا تم نے غور نہیں کیا اگر اللہ تعالیٰ قیامت تک تم پر رات کو لمبا کر دے۔ کون ہے اللہ کے بغیر جو رات کو بدل کر دن کی روشنی میں تبدیل کر دے کیا تم سنتے نہیں ہو؟ آپ اعلان کر دیں! غور کرو اگر اللہ تعالیٰ قیامت تک تم پر دن چڑھائے رکھے کون ہے اس کے بغیر جو دن کو رات میں بدل دے، جس میں تم آرام کرتے ہو۔ کیا پھر بھی نہیں

تم دیکھتے۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم (رات کو) آرام کر سکو اور دن کو اس کا فضل تلاش کر سکو۔ (اگر سوچو) تو شاید تم اس کے شکر گزار بن جاؤ۔ اور جس دن اللہ انہیں پکارے گا اور پوچھے گا: ''کہاں ہیں وہ جنہیں تم میرا شریک خیال کرتے تھے۔'' اور ہم ہر ایک امت سے ایک گواہ نکال لیں گے پھر اسے کہیں گے کہ: ''اس (شرک پر) اپنی دلیل پیش کرو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ بات اللہ ہی کی سچی تھی اور جو وہ افترا کرتے تھے انہیں یاد نہ آئے گا۔''

﴿وَمِنْ اٰيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾[حم السجدة:۳۷]

''رات اور دن، سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں۔ سورج چاند (نشانیوں) کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس ذات کبریاء کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر واقعتاً تم اسی کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔''



حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تحریک آخری مرحلہ میں

حضرت علیہ السلام کی تحریک قدم بہ قدم آخری مرحلے میں داخل ہو رہی تھا آپ فرمایا! اے میری قوم ایک اللہ سے ڈرو اسی ایک اللہ کی عبادت و اطاعت میں زندگی کھپاؤ، جس ذات اقدس میں یہ اوصاف ہیں۔

﴿وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○﴾

[العنکبوت: ١٦، ١٧]

"اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! اللہ سے ڈرو! اور اسی ایک کی عبادت کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم اس حقیقت کو جان جاؤ۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو، وہ تو صرف بت ہیں اور یہ (عقیدہ تمہارا خود ساختہ) تم ایک جھوٹ بنائے ہوئے ہو۔ جن کو تم (پکارتے) ہو اللہ کو چھوڑ کر وہ تم کو رزق دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، تو اللہ ہی سے رزق مانگو، اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر یہ ادا کرتے رہو۔ اسی کی طرف تم نے پلٹ کر جانا ہے۔"

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ○ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ○ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ

مِنَ اللّٰعِبِیْنَ o قَالَ بَلْ رَّبُّکُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الَّذِی فَطَرَھُنَّ وَأَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ﴾[الانبیاء: ۵۲تا۵۶]

''جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کو کہا! یہ مجسمے کیسے ہیں جن کے تم گرویدہ ہوئے جا رہے ہو۔انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے بزرگوں کوانکی عبادت کرتے ہوئے اسی طرح پایا۔فرمایاتم بھی بھٹک چکے ہواور تمھارے باپ دادابھی بھولے ہوئے تھے۔کہنے لگے کیا تو سچی بات کر رہا ہے؟یا ہمارے ساتھ شغل کر رہا ہے۔فرمایا!واقعتاً تمہارارب وہی ہے جو زمین وآسمان کارب ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔اس بات پر میں تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جلال

طویل عرصہ تک سمجھانے کے باوجود جب قوم سمجھنے کے لئے تیار نہ ہوئی تو آپ نے سوچا کہ اگر دلائل انکی سمجھ میں نہیں آرہے اور یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے ہوئے ہیں اوران مورتیوں پر مرے جا رہے ہیں۔طبیعت میں غیرت آئی کہ اب ان کے معبودان کی عملی طور پر خبر لینی چاہئے،تب بلاخوف وخطر ڈنکے کی چوٹ کہا اللہ کی قسم!اب یہ مجسمے میرے لئے نا قابل برداشت ہوگئے ہیں۔

﴿وَتَاللّٰہِ لَأَکِیْدَنَّ أَصْنَامَکُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِیْنَ﴾[الأنبیاء: ۵۷]

''اورخدا کی قسم میں تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے بتوں کی ضرورخبرلوں گا۔''

﴿قَدْ کَانَتْ لَکُمْ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِی إِبْرَاھِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِھِمْ إِنَّا بُرَءٰؤُا مِنْکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ

كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾[الممتحنة: ۴]

''یقیناً تمہارے (امت محمدیہ ﷺ کے) لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔ جوانہوں نے اپنی قوم کوصاف کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے جن کی وجہ سے تم نے خدا کو چھوڑ رکھا ہے۔ بالکل بیزار ہیں۔ بلکہ ہم تم سب کا انکار کرتے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان اس وقت تک عداوت اور دشمنی رہے گی جب تک تم ان کو چھوڑ کر ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت نہ کرنے لگ جائیں۔''

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الأنعام:۸۰]

''میں نے اپنا رخ صرف اس اللہ کی طرف کرلیا ہے۔ جس نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا اور میرا مشرکین کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔''

یہی وہ آخری سٹیج ہے۔ یہاں پہنچ کر ایسے لوگوں سے واشگاف کہنا ہوتا ہے۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ o لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ o وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ o وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ o وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ o لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾[الكافرون]

''اے نبی ﷺ کہہ دیں اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو اور نہ (اب) تم اس کی عبادت کرنے والے ہو، جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں۔ جنکی عبادت تم نے کی ہے اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ میرے لیے میرا دین اور تمہارے لیے تمہارا دین۔''

تمام ایمانداروں کو یہی حکم ہوا

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ﴾

[الممتحنة : ۱]

''اے مومنو! نہ دوستی کرو میرے دشمنوں کے ساتھ اور نہ اپنے دشمنوں کے ساتھ تم ان سے دوستی چاہتے ہو حالانکہ انہوں نے انکار کر دیا اس حق کا جو تمہارے پاس آیا ہے۔ انہوں نے نکالا ہے تم کو اور رسول اکرم ﷺ کو، اس لئے کہ تم اپنے اللہ پر ایمان لائے ہو جو تمہارا رب ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾[المائدہ:۵۱]

''یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔''

اس لئے ایسے ایمانداروں کی تعریف کی گئی جو اللہ کے لیے محبت وعداوت رکھتے ہیں۔

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[المجادلة : ۲۲]

''تم کبھی نہیں پاؤ گے کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہوں۔ وہ

ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا ان کے اقرباء ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالی نے ایمان ثبت کر دیا ہے۔ اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے قوت بخشی ہے۔ وہ انکو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اپنے رب پر راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں۔ سن لو اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہونے والی ہے۔"

اتفاق کی بات دیکھیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام بار بار اپنی قوم کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں شاید انکی مردہ بصیرت میں کچھ تازگی پیدا ہو جائے اور غور وفکر کے دریچے کھل جائیں لیکن وہ ہیں کہ اپنی ضد پہ ضد کیے جا رہے ہیں، اتفاق کی بات دیکھیے اسی کشمکش میں ان کا میلہ آ جاتا ہے۔ مشرک قوم ایسے میلوں میں نہ صرف خود جاتی ہے۔ بلکہ ہر کسی کو ایسی خرافات میں دیکھنا چاہتی ہے۔ اسی شوقِ غلیظ کے ساتھ انہوں نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو دعوت دی۔ آئیں آپ بھی چلیں، لیکن وہ کیا جانتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام تو ایسی خرافات کو مٹانے کے لیے دن رات پیچ وتاب کھا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ﴾ [الصفت ۸۸، ۸۹]

"تاروں کی طرف دیکھا اور کہا میں بیمار ہوں۔"

اس جملے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ بیمار ہوں یا اس لیے آسمان

کی طرف دیکھا ہو کہ اے مالک! اب میرے اعلانات پر عمل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔تو میری مدد فرمایا پھر اس حیرانگی سے دیکھا ہو (جیسا کہ بعض موقعوں پر آدمی حیران ہو کر بھی اوپر یعنی آسمان کی طرف دیکھتا ہے) کہ عجب لوگ ہیں میرے عقیدے کو جاننے کے باوجود مجھے دعوتِ میلہ دے رہے ہیں۔بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کیونکہ آپ کی قوم ستاروں سے شگون لیتی تھی اس لئے آپ نے اوپر دیکھ کر إني سقيم کہا تا کہ یہ اصرار نہ کریں اور اپنے عقیدہ کے مطابق تاثر لے کر بغیر تکرار کے چلے جائیں (واللہ اعلم)

بہر حال وہ آپ کو چھوڑ کر عوامی میلے کی طرف چل دیئے۔

﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ﴾[الصفت:۹۰]

''چنانچہ وہ انہیں پیچھے چھوڑ گئے۔''

دن گنے جاتے تھے جس دن کے لئے اب وہ وقت آیا ہے کہ جو کہا تھا کر دکھایا جائے چنانچہ مندر میں گھس گئے اور غیرت وجلال میں آ کر فرمانے لگے۔

﴿فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ○ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ﴾

[الصفت:۹۱،۹۲]

''تو ابراہیم چپکے سے ان کے معبودوں میں جا گھسے اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم بولتے کیوں نہیں؟

اللہ اللہ آپ کی غیرت وجلالت کا عجیب منظر ہو گا۔حالانکہ معلوم تھا بلکہ خود ہی تو اعلان کیا کرتے تھے۔یہ نہ سنتے ہیں۔نہ دیکھتے ہیں۔نہ ہی بول سکتے ہیں۔لیکن آج خود ہی بلائے جا رہے ہیں۔کبھی مومن پر ایسا وقت بھی آتا ہے۔کہ وہ غیرتِ توحید سے لبریز ہو کر درس توحید دینے کے لئے ایسا بھی کرتا ہے، جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے طواف کعبہ کے وقت حجر اسود کو کہا تھا ''میں جانتا ہوں تیری حقیقت کو تو

ایک پتھر کا ٹکڑا ہے۔ میں تو تجھے اس لئے چوم رہا ہوں کہ میں نے سرور گرامی علیہ السلام کو تجھے چومتے ہوئے دیکھا تھا۔ دیکھتے جایئے اب باطل معبودوں کی شامت آنے والی ہے۔"

﴿فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ﴾ [الصفت: ۹۳]

"پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پھوڑنا شروع کیا۔"

غیرت کے بے پناہ جذبات کے باوجود ذہانت کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام بڑے ذہین تھے

﴿فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ﴾

[الأنبياء: ۵۸]

"پھر بتوں کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر بڑے کو چھوڑ دیا تاکہ وہ اسکی طرف رجوع کریں۔"

جتنے بھی نبی اپنے اپنے زمانے میں تشریف لائے وہ اپنے دور کے سب سے بڑے ذہین اور فطین تھے۔ دیکھیے ابراہیم علیہ السلام کتنے زیرک اور فطین ہیں کہ سب بتوں کو توڑا مگر بڑے کو چھوڑ دیا تاکہ جب قوم واپس آ کر کے دیکھے گی تو اس حادثے پر غور وفکر کرتے ہوئے یقیناً اس کی طرف رجوع کرے گی۔

اگر الیہ کی ضمیر (اشارہ) بڑے بت کی طرف ہو تو شاید یہ سوچیں کہ بڑے میاں نے کسی بات پر ناراض ہو کر چھوٹوں کا تیا پانچہ کر دیا ہے۔ یا کم از کم یہ تو ان کے دلوں میں خیال آئے گا۔ واقعی وہ جوان (ابراہیم) سچ کہتا تھا کہ یہ سب بے کار ہیں یہ انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اور نہ یہ بڑے میاں ہی روک سکے ہاں اگر الیہ کا اشارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہو تو معنی بالکل صاف ہے کہ جب میرے پاس آئیں

گے تو بات کرنے کا موقع مل جائے گا۔ میں کہونگا مجھ سے پوچھنے کی بجائے اپنے عقیدے کے مطابق اس سے پوچھو اگر واقعی یہ بولتے ہیں انکا بڑا تو موجود ہے۔

﴿قَالُوا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ o قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ﴾[الانبیاء: ۵۹،۶۰]

”کہنے لگے ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کر دیا؟ وہ بڑا ہی ظالم ہے۔ کچھ کہنے لگے ہم نے ان کے خلاف ایک ابراہیم نامی نوجوان کو چیلنج کرتے سنا ہے۔“

زبردست ہنگامہ

قوم جب واپس پلٹی تو ان کی مسرت وشادمانی غم اور پریشانی میں تبدیل ہوگئی زبردست اضطراب اور شدید ہنگامہ برپا ہوا۔ ہنگامی حالات کا اعلان ہوا اجلاس پہ اجلاس بلائے جا رہے ہیں۔ تاکہ عوام کو اپنی کارکردگی دکھا کر فوری طور پر مطمئن کیا جائے، پھر دفعتاً فیصلہ سنایا جاتا ہے۔

﴿قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلٰى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ﴾[الانبیاء:۶۱]

”انھوں نے کہا کہ اس کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ ہوں۔“

﴿فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ﴾[الصفت:۹۴]

”وہ ان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔“

یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے کہ لوگ کس غیظ وغضب کے ساتھ کس طرح آپ علیہ السلام کو پکڑ کر لائے ہوں گے۔ کتنے آوازے کسے ہوں گے اور کتنی گستاخیاں کی ہوں گی؟ لیکن ابراہیم ہجوم مشرکین کو زمین کے ذرات سے بھی حقیر تصور فرماتے ہوئے ایسی جرأت

اور مردانگی سے جواب دیتے ہیں کہ ان کی کئی کئی گز لمبی زبانیں اس طرح گنگ ہو گئیں، جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ ان میں نام نہاد دانش ور پڑھے لکھے اور ان پڑھ ہر قسم کے لوگ موجود ہیں لیکن کوئی بولنے کی جرأت نہیں کر پاتا۔ کیوں بولیں اور کس بنیاد پر بات کریں۔

﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهٖ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهٖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ [المؤمنون: ١١٧]

"جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی پکارتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ان کا حساب رب کے ذمہ ہے۔ یقین جانئے کافر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔"

جرگہ ابراہیم علیہ السلام سے سوال کرتا ہے

ابراہیم علیہ السلام کو جرگے کے سامنے پیش کیا گیا تو سردارانِ شرک وبدعت بڑے طمطراق اور رعب ودبدبہ کے ساتھ لال پیلے ہوکر پوچھتے ہیں۔

﴿قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ﴾ [الأنبياء: ٦٢]

"اے ابراہیم آیا کہ تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی۔"

جواب:

﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ﴾

[الانبیاء: ٦٣]

"فرمانے لگے بلکہ ان کے بڑے نے یہ کاروائی کی ہوگی۔ پوچھ لیجئے! اگر یہ بات کرسکتے ہیں۔"

خاموشی ہی خاموشی ہے اور ہو کا عالم۔ اکڑی ہوئی گردنیں جھک گئیں اپنے گریبانوں میں جھانکنے لگے۔

﴿فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنتُمُ الظَّالِمُونَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَٰؤُلَاءِ يَنطِقُونَ﴾

[الانبیاء: ۶۴، ۶۵]

''یہ سن کر وہ لوگ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور اپنے دل میں کہنے لگے واقعی ہی تم خود ظالم ہو۔ مگر پھر گردنیں جھکا کر کہنے لگے۔ تو جانتا ہے! یہ تو بات نہیں کر سکتے۔''

ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے

﴿قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۝ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾

[الأنبياء: ۶۶، ۶۷]

''ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ کو چھوڑ کر تم ان کو پکارتے ہو (عبادت کرتے ہو) جو تم کو کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ افسوس تم پر اور تمہارے معبودوں پر جن کی اللہ کو چھوڑ کر تم عبادت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام لینے کے لئے تیار نہیں۔''

﴿قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾

[الصّٰفّٰت: ۹۵، ۹۶]

''تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو۔ حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم بناتے ہو ان کو بھی۔ (یعنی جس میٹریل سے یہ مورتیاں بناتے ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔)''

ابراہیم علیہ السلام کے خلاف کاروائی کا آغاز

﴿قَالُوا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ○قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ○قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلٰى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ○﴾ [الانبیاء:۵۹تا۶۱]

"کہنے لگے ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے یہ زیادتی کی ہے واقعتاً وہ بڑا ظالم شخص ہے۔(مجمع سے آواز آئی) ہم نے سنا ہے ایک نوجوان (ان بتوں کے خلاف) گفتگو کرتا ہے۔اس کا نام ابراہیم ہے۔کہنے لگے (سردار) اس کو پکڑ کر لوگوں کے سامنے حاضر کرو تا کہ لوگ بھی اس کی شکل دیکھ لیں۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجمع میں بلانے کا مقصد یہ تھا کہ عوام بھی گواہ اور مطمئن ہو جائیں۔اس لئے کہ جو سزا اس کو دی جارہی ہے واقعی یہ آدمی اسی سزا کا مستحق ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام بار بار کہتے ہوں گے۔

﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾[البقرہ:۱۱۱]

"اگر سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ۔"

دلیل کہاں سے لائیں جب کہ پہلے کہہ دیا تھا۔

﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا﴾[الانعام:۸۱]

"میں کیوں ڈروں تمہارے شریکوں سے،جب کہ تم اللہ کے ساتھ شرک غداری کرتے ہوئے نہیں ڈرتے کیونکہ اللہ نے شرک کی حمایت کے لیے ایک دلیل بھی نہیں اتاری۔"

اب دھمکیاں دینے لگے۔اس کی قوم کے پاس بس اتنا ہی جواب تھا۔

﴿قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ﴾

[الانبیاء: ۶۸]

"کہنے لگے اسے زندہ جلا دو اس طرح اپنے خداؤں کی مدد کرو۔اگر کچھ کر گزرنا چاہتے ہو۔"

مشرکین کی شروع سے یہی روش ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ سے متاثر ہو کر جو جادوگر ایمان لائے تھے ان کے ساتھ بھی فرعون نے یہ سلوک کیا تھا۔

﴿فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ﴾[طٰہٰ :۷۱]

"اب میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا اور پھر کھجور کے تنوں پر تمہیں پھانسی دوں گا۔تاکہ تم کو پتہ چل جائے کہ ہم میں سے کس کا عذاب دیرپا اور شدید ترین ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فیصلہ

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾

[الانفال:۳۰]

"منکرین حق آپ کے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید یا قتل کر دیا جائے یا پھر ملک سے نکال دیا جائے وہ اپنی مکر و فریب کی چال

چل رہے تھے اور اللہ بھی اپنی تدبیر کر رہا تھا۔ اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔"

حکومت حرکت میں آئی

ابھی خاص وعام کے ساتھ یہ کشمکش جاری تھی کہ حکومت وقت نے اس بات کا سختی سے نوٹس لیا۔ جب حاکم وقت نمرود کے پاس مکمل رپورٹ پہنچی تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ چنانچہ یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اگر ابراہیم علیہ السلام بتوں کی خدائی کا انکار کرتا ہے تو میری خدائی کو کب تسلیم کرتا ہوگا۔ چنانچہ فوراً حکم صادر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام جہاں کہیں ہو، اسکو فی الفور میرے دربار عالیہ میں پیش کیا جائے۔ باپ، رشتہ دار، پوری قوم یہ چاہتی تھی یہ تحریک دب جائے اور اس کے داعی کو عبرت ناک سزا سے دوچار کیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حاکم وقت کے سامنے جاتے ہیں۔ حاکمِ وقت نے حاکمانہ لب ولہجے میں پوچھا اے ابراہیم! ہمارے ہوتے ہوئے تم کسی اور کو کس طرح رب مانتے ہو؟

ابراہیم علیہ السلام بھرپور اعتماد سے فرمانے لگے! میں زمین وآسمان میں صرف اور صرف ایک ذات کبریا کو خدا مانتا ہوں۔ اس کے بغیر سب مجبور ومحکوم ہیں۔ خالق ومالک تو اللہ ہے۔ تو بھی اسی طرح ایک انسان ہے جس طرح ہم انسان ہیں نمرود چونک اٹھا، کرسی پر اکڑتے ہوئے گردن اٹھا کر بولا۔

ہاں ہاں تو میرے بغیر بھی کسی کو خدا مانتا ہے۔ فوراً اپنے رب کے اوصاف بیان کرو ورنہ تیری ہڈیاں توڑ دی جائیں گی۔

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾[البقرة :۲۵۸]

''کیا آپ نے اس شخص کے بارے میں غور نہیں کیا؟ جو ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑ رہا تھا۔ اس بات پر کہ ابراہیم علیہ السلام کا رب کون ہے؟ اس بناء پر کہ اللہ نے اس کو حکومت سے نوازا تھا۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے بادشاہ کہنے لگا زندگی اور موت میرے اختیار میں بھی ہے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا اللہ تعالی سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم اسکو مغرب سے نکال لاؤ، وہ منکر حق ششدر رہ گیا۔ اللہ ایسے ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

علامہ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نمرود کو حکومت کرتے ہوئے چار سو سال گزر گئے تھے جس کی وجہ سے اس کے دماغ میں رعونت اور انانیت پیدا ہوگئی تھی اس نے جہلاء کے جذبات سے کھیلتے ہوئے دو قیدیوں کو منگوایا۔ جس کو پھانسی کا حکم تھا اس کو آزاد کر دیا اور جسکو قید سے رہائی ملنے والی تھی اس کو بلا کر اسکی گردن کٹوا دی اور پھر بڑے ناز کے ساتھ مجمع کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم سے مخاطب ہوا، دیکھا مارنے اور زندہ کرنے کا مجھے بھی اختیار ہے۔ اب جہلاء کی حالت دیدنی ہوگی۔ بغلیں مارتے ہوئے اور تالیاں بجاتے ہوئے قہقہے لگاتے ہوئے کہتے ہوں گے کہ دیکھا! ہمارے آقا نے کمال کر دکھایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ بے وقوف بادشاہ لوگوں کے جذبات سے کھیل رہا ہے لہٰذا انہوں نے اس دلیل کی لطافت کو سمجھانے کی بجائے فوراً ایسی دلیل دی جس سے کوئی مغالطہ نہیں دیا جا سکتا تھا۔ فرمایا کہ میں اس اللہ کی بات کر رہا ہوں جو سورج کو

مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اسکو مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔ بس پھر اس کے بعد وہ بالکل خاموش حیران و ششدر رہ گیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ فوراً تسلیم واطاعت کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا۔ لیکن اس نے اپنی خفت مٹانے اور عوام کو قابو رکھنے کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا جو ہر دور میں ظالم اور فاسق وفاجر حکمران کیا کرتے ہیں۔

امن عامہ کے تحت گرفتاری

فوراً حکم دیا کہ امن عامہ کے تحت اسے گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ آپ کو دس دن تک جیل میں رکھا گیا اور پھر بادشاہ کی کونسل نے انہیں زندہ جلا دینے کا فیصلہ کیا بالفاظ دیگر عوام بھی اور حکمران بھی سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ اسکو زندہ نہ چھوڑا جائے بلکہ عبرتناک سزا دی جائے۔

عوامی مطالبہ

﴿قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ﴾ [انبیاء:۶۸]

"اگر اپنے خداؤں کو بچانا چاہتے ہو تو فوراً اس کو زندہ جلا دو۔"

شاہی کونسل کا فیصلہ

﴿قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ﴾ [الصفت:۹۷]

"اس کے لئے ایک بڑا گہرا قلعہ بناؤ اس کو آگ سے بھر کر اس دہکتے ہوئے انگاروں میں پھینک دو۔"

شاہی آرڈیننس کے تحت پوری مشینری آگ کو بھڑکانے میں لگی ہوئی ہے۔ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ لوگوں کے جذبات کا عالم یہ تھا کہ عورتیں نذریں مانتی تھی۔ اگر فلاں مشکل یا بیماری رفع ہو جائے تو میں میں اتنی لکڑیاں آگ میں پھینکوں گی مورخین

نے تحریر کیا ہے۔ آج تک آگ کا اتنا بڑا الاؤ دیکھنے میں نہیں آیا۔ آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ جب آگ میں پھینکنے کا وقت آیا تو مسئلہ پیدا ہوا کہ اتنی بڑی آگ میں کس طرح پھینکا جائے۔

شاہی کونسل کا ہنگامی اجلاس طلب کیا جاتا ہے۔ زیر غور مسئلہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں کس طرح پھینکا جائے؟ فیصلہ ہوتا ہے کہ ایسی مشین تیار کی جائے جس میں جھولا دے کر آگ کے درمیان میں پھینکا جائے لہٰذا اس طرح کیا گیا (اس تجویز دینے والے کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ زمین میں دھنستا جائے گا۔)

ابراہیم علیہ السلام کی منفرد آزمائش

قرآن مجید کے گہرے مطالعہ سے یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ جب بھی کسی نبی پر انتہائی آزمائش آئی تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں سے کسی کو حمایتی بنا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیے پیدائش کے وقت حفاظت کے تمام انتظامات ناکافی ہوئے جا رہے ہیں۔ تو ام موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے۔

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ○ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ○﴾ [القصص: ۷،۸]

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اشارہ کیا کہ دودھ پلائے جا۔ جب تجھے اس کی جان کا خطرہ ہو تو اس کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دینا ہم

اس کو تیرے پاس ہی لے آئیں گے۔ آخر کار فرعون کے گھر والوں نے اس کو دریا سے نکالا تا کہ وہ ان کا دشمن اوران کے لئے باعث رنج بنے۔ کیونکہ فرعون، ہامان اور اسکے تمام ساتھی غلط کار تھے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمن کی بیوی کو حمایتی بنا دیا۔

﴿وَقَالَتِ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ قُرَّةُ عَيْنٍ لِي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا﴾[القصص:۹]

"فرعون کی بیوی نے اپنے خاوند کو کہا اس کو قتل نہ کرنا شاید میری اور تیری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک بنے اور ہوسکتا ہے ہمارے لئے فائدہ مند ہو یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں۔"

اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام سے ایک سرکاری پارٹی کا ایک آدمی اتفاقاً قتل ہوا تو سرکار نے بغیر تفتیش آپ علیہ السلام کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ حکومت کے ایک رازداں کے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی وہ بھاگتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا ہے۔

﴿وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَى قَالَ يَا مُوسَى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ﴾[القصص:۲۰]

"ایک آدمی شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام وڈیروں نے تجھے قتل کرنے کا فیصلہ کیا ہے لہٰذا آپ بھاگ جائیں میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔"

لیکن یہاں ابراہیم علیہ السلام تنہا ہیں باپ اور خلقت تماشائی، انتظامیہ چوکس، وزیر بھاگتے پھر رہے ہیں۔ زبردست پہرے میں مجرم توحید کو لایا جاتا ہے لوگ ایڑیاں اٹھا

کر دیکھتے ہیں کہ کون ہے ابراہیم علیہ السلام۔ مارو، قتل کرو کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن مردِ جلیل کے چہرے پر ذرہ برابر رنج و ملال نہیں۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے بے پرواہی سے ہجوم مشرکین کو دیکھا اور کہا پھر اللہ کی یاد میں محو ہو گئے۔

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾[الممتحنة:٤]

''تمہارے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ ہے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ ''ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سے بھی جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ ہم تمہارے منکر ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے (دشمنی) اور بیر پیدا ہو چکا حتیٰ کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ۔''



آزمائش کے آخری لمحات

اف خدایا یہ کیسا منظر ہے جو آج تک تیرے فرشتوں نے بھی نہیں دیکھا نظر اٹھائی تو جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوئے۔ روح الامین عرض کرتے ہیں جناب میں حاضر ہوں کوئی خدمت ہو تو عرض کریں۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو رب العزت کی طرف سے کوئی حکم ہے جبریل علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ کہا پھر جاؤ مجھے آپ کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے حسبی اللہ کہہ کر اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کیا۔ اب کارروائی زمین پر نہیں عرش پر ہوگی۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾[الطلاق: ۳]

''جس نے اللہ پر توکل کیا اللہ اسے کافی ہوگا۔''

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾[ابراھیم: ۱۲]

''اس لئے اعتماد کرنے والے کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

اب دیکھیے ادھر حاکم وقت کا اشارہ ہوا کہ جلا دو! پھینک دو، کرین کا بٹن دبا دیا گیا۔ مجمع سے آواز آتی ہے اچھا ہوتا اگر معافی مانگ لیتا خواہ مخواہ جان گنوائی۔

انہیں کیا خبر آسمانوں میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بارش کا فرشتہ ہمہ تن گوش تھا کہ کب حکم ہو اور میں اتنی بارش نازل کروں کہ ایک لمحہ میں آگ بھسم ہو کر رہ جائے۔ لیکن فرشتے کی بجائے آج حکم براہ راست آگ کو پہنچتا ہے:

﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾[انبیاء:٦٩]

''ہم نے حکم دیا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام کے لئے۔''

آج بھی ہو گر ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام چالیس دن تک آگ میں رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا کرتے تھے جتنا آرام میں نے چالیس دن آگ کے اندر پایا ساری زندگی اتنا آرام میسر نہیں آیا۔ یاد رہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں برہنہ کر کے پھینکا گیا تھا۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جس خوش نصیب کو سب سے پہلے جنت کا لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔

خلیل اللہ علیہ السلام کامیاب، مشرک ناکام و نامراد

﴿فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ﴾[الصفت:٩٨]

''وہ چاہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کو مار دیں لیکن ہم نے ان کو بری طرح ذلیل کیا۔''

﴿وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾[الانبیاء:٧٠]

''انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو مارنا چاہا لیکن ہم نے ان کو ناکام کر دیا۔''

اہل ایمان کے لئے اس واقعہ کے اندر بڑے اسباق عبرت ہیں۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کے باپ اور دوسرے لوگوں نے نیچا دکھانے کی کوشش کی لیکن ابراہیم علیہ السلام کامیاب اور دوسرے ناکام رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے آگ میں جانا قبول کر لیا۔ مگر نظریہ توحید کو نہ چھوڑا۔ اے اہل ایماں اگر تم بھی سچی بات پر قائم رہو تو دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

آگ سے نکلنے کے بعد نا معلوم ابراہیم علیہ السلام نے کتنی مدت تبلیغ دین کا کام کیا ہوگا۔ جو بات انہوں نے آگ سے نکل کر لوگوں کے سامنے رکھی۔ قرآن کے الفاظ میں پڑھیے۔

﴿وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ﴾[العنکبوت:۲۵]

''ابراہیم نے ان سے کہا تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو آپس میں محبت کا ذریعہ بنالیا ہے۔ مگر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔''

قوم کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ آخر دم تک باپ کو سمجھاتے رہے۔

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ○﴾

[مریم:۴۲تا۴۵]

''ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا ابا جان آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں۔ اور نہ ہی آپ کے کسی کام آسکتی ہیں۔ ابا جان میرے پاس ایک ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا میری بات مانیں میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا ابا جان آپ شیطان کی عبادت نہ کریں۔ وہ تو رحمان کا نافرمان ہے۔ ابا جان مجھے ڈر ہے اللہ تعالیٰ سے آپ کو سزا ملے گی اور آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں گے۔''

ابراہیم علیہ السلام کو باپ کا جواب

﴿قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا﴾ [مریم:۴۶]

''ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے اس سے کہا کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے رجم کر دوں گا۔ پس تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا۔''

ابراہیم علیہ السلام گھر بار چھوڑتے ہیں

﴿قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا﴾ [مریم:۴۷]

''ابا جان آپ کو سلام میں آپکے حق میں اپنے رب کے حضور دعا کروں گا کہ میرا رب آپ کو معاف فرمادے کیونکہ میرا رب مجھ پر مہربان ہے۔''

قرآن پاک کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حسب وعدہ آپ علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے دو مرتبہ دعا کی۔

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾

[ابراھیم:۴۱]

''اے پروردگار مجھے، میرے والدین اور تمام مومنوں کو حساب کے دن معاف فرما۔''

﴿وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ○ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ﴾ [الشعراء:۸۶،۸۷]

"اے اللہ مجھے معاف فرما اور میرے باپ کو معاف کرنا وہ گمراہوں میں ہے اور مجھے قیامت کے روز ذلیل نہ کرنا جب سارے لوگ اٹھائے جائیں۔"

قرآن حکیم نے یہ وضاحت فرما دی کہ یہ سب کچھ وعدہ کی وجہ سے ہوا۔

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾

[التوبہ: ۱۱۴]

"ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ کے لئے جو دعائے مغفرت کی تھی وہ اس وعدے کی وجہ سے تھی جو وعدہ اس نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ مگر جب اس پر یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اس کا باپ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہوگیا۔ کیونکہ ابراہیم نرم دل، خدا ترس اور بردبار تھا۔"

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾[التوبہ: ۱۱۳]

"نبی اور مومنوں کے لئے یہ بات زیبا نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے دعا مغفرت کریں۔ چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ یہ بات صاف ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔"

بعد ازاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو والد کی مغفرت کی دعا کے لئے منع کر دیا گیا کیونکہ ان کے والد مشرک تھے۔ اور مشرک کی مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں۔

کیونکہ دعا کا مطلب یہ ہے کہ جرم قابل معافی ہے۔ دوسرا جس کے حق میں دعا کی جاتی ہے اس سے ہمدردی کا ہونا قدرتی امر ہے۔ کیونکہ دعا ہمدردی کی وجہ سے کی

جاتی ہے۔ جب کہ دونوں باتیں جائز نہیں۔

اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کو اسوہ بناتے ہوئے وضاحت کر دی گئی کہ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ سوائے اس بات کے جو انہوں نے اپنے باپ کی دعائے مغفرت کے سلسلہ میں کہی تھی۔ یعنی اس کو ہرگز نمونہ نہ سمجھا جائے۔

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ [الممتحنہ: ۴]

"تم لوگوں کے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا تھا۔ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ بالکل بیزار ہیں ہم تم سب کا انکار کرتے ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے لڑائی اور عداوت ہو گئی۔ جب تک ایک اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان نہ لاؤ۔ مگر یہ بات (قابل اتباع نہیں) جو انہوں نے کہا تھا۔ اے باپ میں اللہ تعالیٰ سے تیری مغفرت کی دعا ضرور کروں گا تیرے لئے کچھ ضرور حاصل کر لوں۔ یہ تو میرے بس کی بات نہیں ان کی دعا یہ تھی اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا اور

تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔اور تیری طرف پلٹ کر آنا ہے۔"

قیامت کے روز آپ علیہ السلام کے باپ کا انجام

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِي فَيَقُولُ أَبُوهُ فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيكَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزَى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ ثُمَّ يُقَالُ يَا إِبْرَاهِيمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُلْتَطِخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ)) [رواه البخاري]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ابراہیم علیہ السلام قیامت کے روز اپنے باپ کو دیکھیں گے۔آپ علیہ السلام کے باپ کے چہرے پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگی اس وقت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے فرمائیں گے کہ اے اباجان! کیا میں نے دنیا میں آپ کو نہیں کہا تھا؟ کہ میری نافرمانی نہ کرو۔اس وقت ان کے باپ کہیں گے بس آج کے بعد میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔اب ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کے حضور عرض کریں گے۔میرے اللہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے قیامت کے روز ذلت و رسوائی سے بچالیں گے۔اس سے بڑھ کر کیا ذلت ہو سکتی ہے کہ میرا باپ ذلیل ہوا جارہا ہے۔اب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے ابراہیم علیہ السلام! میں نے کفار کے لئے جنت کو حرام کردیا ہے۔اے ابراہیم علیہ السلام!

اپنے قدموں کی طرف دیکھو۔ جب ابراہیم علیہ السلام اپنے قدموں میں دیکھیں گے تو آپ کا باپ گندگی میں لتھڑا ہوا بجو بن چکا ہوگا۔ فرشتے اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔''

شرک معاف نہیں

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾[النساء:۱۱۶]

''یقیناً اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اس کے سوا سب کچھ معاف کردے گا جس کے لیے چاہے گا۔ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔''

شرک نا صرف انجام اور نتائج کے اعتبار سے بدترین گناہ اور ناقابل معافی جرم ہے۔ بلکہ دنیا میں بھی شرک فکری اور عملی اعتبار سے ذلت وپستی کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور جس نے اللہ پاک کے ساتھ شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ﴾[الحج:۳۱]

''اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔''

کیونکہ مشرک خدا کا غدار ہوتا ہے۔ غدار کو کوئی حکومت معاف نہیں کیا کرتی۔ بشرطیکہ غدار کو پکڑنے والے غیرت مند اور خود ٹھیک ہوں۔ اللہ پاک غیرت والا بھی ہے اور عادل و منصف بھی اسی لیے ہمارے لیے شرک کی اقسام کو سمجھنا اور بچنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن مقام افسوس یہ ہے۔ کہ آج مسلمانوں کی اکثریت شرک جیسے گناہ عظیم کو سمجھنے اور اس سے بچنے کے لئے تیار ہی نہیں جب کہ تمام انبیاء شرک سے بچنے کا حکم دیتے رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صرف ایک جوان ایمان لایا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس طرح مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔ پوری قوم اور حکومت وقت نے جس انداز میں ان کیساتھ غضب ناک سلوک کیا اس کو دیکھ کر کوئی شخص بھی آگے بڑھ کر ایمان لانے کی جرات نہ کر سکا۔ جیسا کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کا باپ اور دوسرے لوگ بھی دل سے ابراہیم علیہ السلام کی سچائی کو مان گئے تھے۔ لیکن ایمان لانے کی سعادت پوری قوم میں سے صرف اور صرف ایک جوان کو نصیب ہوئی۔ وہ آپ علیہ السلام کے بھتیجے لوط علیہ السلام تھے۔

﴿فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [العنکبوت:۲۶]

”پس اس پر لوط علیہ السلام ایمان لائے اور ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں۔ وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔“

﴿فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۝ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝﴾ [الصفت: ۹۸،۹۹]

”انہوں نے ابراہیم کے خلاف یہ کارروائی (آگ میں جلانا) کرنا چاہی مگر ہم نے انہی کو ذلیل کر دیا۔ اور اس نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں۔ وہی میری رہنمائی فرمائے گا۔“

یعنی میں اللہ کی خاطر نکلا ہوں۔ کیونکہ اسی کی وجہ سے یہ سب میرے مخالف ہوئے ہیں۔ نیز دنیا میں میرے لئے بظاہر کوئی ٹھکانا نہیں ہے جس کی طرف میں جاؤں۔ اللہ پر آس و امید لگائے نکل رہا ہوں جدھر وہ چاہیں گے مجھے لے جائیں گے۔

آپ کے ہمراہ آپ کی رفیقہ حیات حضرت سارہ علیہا السلام اور جوان بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام

بھی تھے۔ اللہ اللہ! عراق کی سرزمین ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کو اپنی وسعتوں میں لیے ہوئے ہے۔ مگر ایمان کی دولت فقط چار آدمیوں کو نصیب ہوئی یہ ہی قافلہ ہجرت ٹھہرا۔

ہجرت کا مفہوم

ہجرت کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو ترک کرنا، چھوڑ دینا، لیکن شری اصطلاح میں وہ چیز جو اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہو اس کو چھوڑنا ہجرت کہلاتا ہے اور چھوڑنے والا مہاجر ہوگا۔

کسی قوم کا داعی حق کے مقابلے میں آ جانا ہی ہجرت کا جواز پیدا نہیں کر دیتا۔ بلکہ جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ اس قوم میں خیر کی آبیاری ناممکن ہوگئی ہے ایسے حالات میں نبی کو اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم آجایا کرتا ہے۔ مصلح اور عام داعی حق کو حکم نہیں آیا کرتا تاہم خداداد بصیرت اور قرآن وسنت کی روشنی میں ہجرت کرنے کا فیصلہ اس داعی حق کا اختیار ہوتا ہے۔ کسی قوم میں نبی کا ہجرت کر کے چلے جانا معمولی کیس نہیں کہ دل اکتایا، بوریا بستر اٹھایا اور چل نکلے۔ ایسی بستی تو بزم ہستی کے لئے ایک بوجھ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اس لئے اس قوم کو بہت جلد نیست و نابود یا اس پر بھاری عذاب آجاتا ہے۔

نبی اپنی مرضی سے ہجرت نہیں کرتا

جیسا کہ میں نے ابھی ابھی ذکر کیا کہ ہجرت معمولی واقعہ نہیں کہ نبی جب چاہے ملک وملت کو چھوڑ کر کسی آرام کی جگہ چلا جائے۔ بلکہ نبی کو جب تک واضح حکم نہ آجائے وہ ہجرت کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ یونس علیہ السلام کا واقعہ ایسے حالات کی ہی نشاندہی کرتا ہے۔

﴿وَذَا النُّونِ إِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمٰتِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ

الظَّالِمِينَ ٥ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ٥ ﴾[الانبیاء: ۸۷، ۸۸]

''اور مچھلی والا (یونس علیہ السلام) جب غصے ہو کر چلا گیا اور وہ سمجھا تھا شاید ہم اس کو پکڑ نہیں سکیں گے، پھر یونس (علیہ السلام) نے اندھیروں میں پکارا اے اللہ تیرے بغیر میرا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے یقیناً میں قصور وار ہوں، پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کو غم سے نجات بخشی اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔''

تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام ہجرت کا حکم آنے سے قبل ہی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے جس کہ وجہ سے اتنی بڑی مشکل میں پھنسا دیا گیا۔

یہ دنیا جب سے معرض وجود میں آئی اس وقت سے لے کر حق و باطل کے معرکے پیش آتے رہے ہیں۔ حق و باطل کی اس آویزش میں ہمیں بے شمار ہجرتیں دکھائی دیتی ہیں۔ جناب نوح علیہ السلام کی طرف دیکھیے۔ قوم کو ساڑھے نو سو سال مسلسل نصیحت و موعظت فرمائی لیکن قوم نے پیغام حق سنانے والے حضرت نوح علیہ السلام کو بے شمار اذیتیں دے کر اور ان گنت گستاخیاں کر کے بد دعا کرنے پر مجبور کر دیا حضرت نوح علیہ السلام اپنے رب کے حضور فریاد کناں ہیں۔

﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ﴾[القمر: ۱۰]

''اے رب اب میں مغلوب ہو گیا ہوں میری مدد فرما۔''

﴿وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ٥

إِنَّکَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾[نوح:۲۶،۲۷]

''نوح علیہ السلام نے بددعا کی کہ اے میرے رب! ان کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی نسل میں جو بھی پیدا ہوگا وہ بدکار اور بڑا کافر ہی ہوگا۔''

اس بددعا کے بعد ایسا پانی کا طوفان آیا جس کی مفصل روائیداد قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ﴾[الانبیاء: ۷۶]

''ہم نے اسکی دعا کو قبول کیا اور اس کے اہل کو کربِ عظیم سے نجات دی۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عراق سے ہجرت کر کے شام، مصر اور ارضِ مقدس کی طرف جانا اور پھر حجاز میں تشریف لانا اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ذریعے ارضِ حجاز کو دعوت کا مرکز مقرر کرنا، حضرت یعقوب علیہ السلام اور جناب یوسف علیہ السلام کی ہجرت مصر کی طرف سید نا لوط علیہ السلام کی ہجرت علاقہ سدوم کی جانب، کلیم اللہ کی پہلی ہجرت مدین کی طرف اور اس کے بعد فلسطین کو مسکن بنا لیا۔

کن حالات میں ہجرت کا حکم ہے

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ مقصد حیات (ایمان) کے لئے ہر چیز قربان کر دینا ہی کامل ایمان کی نشانی ہے ایسے جذبات کا مندرجہ ذیل آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ﴾

[العنکبوت:۵۶]

''اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین بہت وسیع ہے بس تم میری بندگی کیے جاؤ۔''

اس آیات مبارکہ میں واضح اشارہ موجود ہے۔ اگر مکے میں خدا کی بندگی کرنا مشکل ہو رہی ہے تو ملک چھوڑ کر نکل جاؤ۔ ملک خدا تنگ نیست۔ اللہ کی زمین تنگ نہیں ہے جہاں بھی تم خدا کے بندے بن کر رہ سکتے ہو۔ وہاں چلے جاؤ۔

موت سے ڈر کر نکلنے والے مہاجرین نہیں ہوا کرتے

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾[البقرہ: ۲۴۳]

''کیا تم نے ان کو لوگوں کے حالات پر غور نہیں کیا جو موت کے ڈر سے اپنے گھر بار چھوڑ کر نکلے تھے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اللہ نے ان سے فرمایا کہ مر جاؤ، پھر زندہ کیا حقیقت یہ کہ اللہ انسان پر بہت فضل و کرم کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔''

کسی دنیوی مفاد کے لئے گھر سے نکلنے والا ہجرت کا اجرت نہیں پا سکتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی نے عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے ہجرت کی اور مدینہ پہنچ گیا۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا۔

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ))[رواه البخاري: باب بدء الوحي]

''آپ ﷺ نے فرمایا، تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔ آدمی جس چیز کی نیت (ارادہ) کرے گا وہ اسی کو پائے گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی بس اس کی ہجرت واقعی اللہ اور اسکے رسول کے لیے ہے۔ لیکن جس نے دنیا کی خاطر ہجرت کی کہ (شاید) اس کو دنیا مل جائے اور جس نے کسی عورت کے لئے ہجرت کی تاکہ اس سے نکاح کرے اس کی ہجرت اس کے لیے ہوگی جس کی خاطر اس نے ہجرت کی۔'' (بخاری)

مہاجرین کے لئے ہدایت

فرمایا جا رہا ہے اے میرے بندوں موت سے نہ ڈرو۔ موت تو ایسی چیز ہے جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝﴾

[الرحمٰن:۲۶۔۲۷]

''ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے۔ فقط آپ کے رب کی ذات ہی باقی رہ جائے گی جو عزت اور بزرگی والا ہے۔''

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾

[النساء:۷۸]

''تم جہاں کہیں ہو گے موت بہر حال تم کو آ کر رہے گی۔ خواہ تم کیسے مضبوط قلعوں میں چھپ جاؤ۔''

موت کا وقت معین ہے

فرمایا چھپنے چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ موت تو اپنے وقت مقررہ پر ہی آئے گی۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا﴾

[آل عمران: ۱۴۵]

''کوئی ذی روح اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی۔ موت کا ایک دن مقرر ہے۔''

قرآن مجید کے اس مقام پر مہاجرین کو موت سے نہ ڈرنے اور اللہ پر بھروسہ کرنے کا سبق دیا جا رہا ہے۔ اگر تم کو یہ پریشانی ہو کہ گھر یار اور کاروبار چھوڑنے سے شاید تمھاری گزران تنگ ہو جائے گی تو یاد رکھو! وہ تو کیڑے مکوڑوں کو رزق دے رہا ہے۔ تم تو اشرف المخلوقات ہو اور مزید یہ کہ تم اللہ کے راستے کے مسافر اور کس کے دین کے لئے مہاجر ہوئے ہو۔ آخر سوچو تو سہی وہ بھلا تمہیں کیوں نہ رزق دے گا۔ جب کہ رزق کی ذمہ داری اس خالق حقیقی نے اٹھا رکھی ہے جس نے انسان کی خوراک کا انتظام شکم مادر سے لے کر تا دم واپسیں ایسا اہتمام کر رکھا ہے۔ کہ کوئی دوسرا اس میں کمی بیشی کر ہی نہیں سکتا۔

میرے بندوں سے کہہ دیں

﴿الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

[العنکبوت: ۵۹ تا ۶۰]

''یہ جنھوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں پھر کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ تعالیٰ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

مہاجرین کو بسانا حکومت اور عوام کی مشترکہ ذمہ داری ہے

مدینہ طیبہ میں مہاجرین اور انصار کی مواخات کروانے کا مقصد اخوت وہمدردی کے ساتھ یہ بھی تھا۔ کہ اہل ایمان کو پتہ چل جائے کہ مہاجرین کی آبادکاری صرف حکومت کا فرض نہیں۔ بلکہ انصار کی طرح عوام کو بھی فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ یہ عوام اور حکومت کا مشترکہ کام ہے۔

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝﴾

[الحشر:۹۔۱۰]

”اور وہ لوگ جو مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں رہتے تھے مہاجرین سے محبت کرنے والے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دیا جائے۔ اس کی کوئی حاجت تک اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ اپنی جگہ ان کو خود ہی ضرورت کیوں نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور لوگ (مہاجر) جو بعد میں آئے وہ دعائیں مانگتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو معاف فرمادے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ ہمارے دلوں

میں اہل ایمان کے بارے میں کوئی بغض نہ رہے۔اے ہمارے رب تو
بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔''

جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہجرت کی اگر دوران سفر آخرت کو سدھارا اس کے گناہ معاف اور اسے آخرت میں سرخروئی نصیب ہوگی۔اگر منزل مقصود تک پہنچ گیا تو دنیا میں بھی فراخی پائے گا۔

﴿وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾[النساء:۱۰۰]

''جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ رہنے کے لئے زمین میں بہت جگہ پائے گا اور بسر اوقات کے لئے بڑی فراخی ہوگی اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کے لئے نکلے لیکن راستہ میں اسکو موت آ گئی اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گیا۔اور اللہ رحم کرنے اور معاف کر دینے والا ہے۔''

ہجرت ایمان کی کسوٹی ہے

اللہ اور اسکے رسول کی خاطر ہجرت کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔یہ ایسی پل صراط ہے جس کی دھار تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ہجرت کی تکالیف ومشکلات ایمان سے خالی دل کو ننگا کر دیتی ہے۔یہ ایسا ترازو ہے جس میں ہر آدمی نہیں بیٹھ سکتا۔اس پیمانے سے کھرے کھوٹے کا اندازہ ہو جاتا ہے۔اس لئے قرآن مجید نے مہاجرین کو اصحاب صدق وصفا کے القاب سے نوازا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

[الحشر:۸]

''اور جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکالے گئے یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی حمایت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔''

﴿وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ○ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ○﴾[النحل:۴۱،۴۲]

''جو ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کر گئے، ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش وہ جان لیں۔ وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ﴾[الانفال:۷۴]

''اور جو لوگ ایمان لائے۔ اور جنہوں نے ہجرت کی اللہ کے راستے میں گھر بار چھوڑا اور جہاد کیا اور جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے اور ایمان دار ہیں۔ ان ہی کے لئے بخشش اور بہترین رزق ہے۔''

ہجرت کی دعا

﴿وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا﴾[بنی اسرائیل:۸۰]

"اور تو کہہ! اے میرے رب! مجھ کو جہاں بھی لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا۔ اور جہاں سے بھی نکالے سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

﴿وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾[الصفت:۹۹]

"ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا! میں تو اپنے رب کی طرف جاتا ہوں۔ وہی میری رہنمائی فرمائے گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ کو پہلے سے معلوم نہ تھا کہ مجھے کدھر جانا ہے۔ وطن چھوڑتے وقت آپ نے کہا۔ بس میں اللہ کے بھروسے پر نکل رہا ہوں۔ جدھر وہ رہنمائی کریں گے میں چلا جاؤں گا۔

صاحب قصص القرآن نے لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام نے دوران ہجرت پہلا قیام کلدانین میں فرمایا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد آپ علیہ السلام بمعہ حضرت سارہ علیہا السلام اور لوط علیہ السلام کے حاران نامی بستی میں قیام پذیر ہوئے۔

آپ علیہ السلام کچھ عرصہ تک حاران نامی بستی میں ٹھہرے۔ یہاں بھی دین حنیف کی دعوت کا کام جاری رکھا۔ بالآخر آپ اپنی رفیقہ حیات اور بھتیجے کے ساتھ ارضِ فلسطین میں تشریف لے گئے۔

﴿وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ﴾

[الانبیاء: ۷۱]

"پھر ہم لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو (ظالموں سے) نکال کر ارضِ مقدس کی طرف لے گئے جو اس دنیا کے لئے برکت والی ہے۔"

یہی وہ سرزمین ہے جسکی روحانی و مادی برکات میں دنیا مسلمہ ہیں۔ دنیا کے کسی خطے میں اتنے انبیائے کرام علیہم السلام نہیں ہوئے۔ آج بھی اس ارض فلسطین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک اکثر انبیاء کرام علیہم السلام مدفون ہیں۔

فلسطین میں قیام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھتیجے جناب لوط علیہ السلام کو شرق اردن میں تبلیغ کے لئے مقرر فرمایا اور فلسطین کے مغربی اطراف میں خود سکونت پذیر ہوئے۔ اس زمانے میں یہ علاقہ کنعانیوں کے زیر اقتدار تھا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام فرمانے کے بعد آپ علیہ السلام مصر کی طرف چلے گئے۔ (از قصص القرآن)

نازک ترین آزمائش

اسی سفر میں آپ علیہ السلام کو اس آزمائش کا سامنا کرنا پڑا جس سے شاید صرف اور صرف ابراہیم علیہ السلام کو سابقہ پڑا۔ یعنی عزت و ناموس کی آزمائش۔ بادشاہ نے آپ کی حرم پاک پر دست درازی کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ حضرت امام بخاری نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس الم ناک واقعہ کو صحیح بخاری میں نقل فرمایا۔ یہ ایسی آزمائش ہے کہ اس موقع پر بڑے بڑے لوگوں کے اوسان خطا ہو جایا کرتے ہیں لیکن جناب خلیل خدا علیہ السلام بڑے حوصلہ کے ساتھ اپنی رفیقہ حیات کو ایک تجویز سمجھاتے ہیں۔

بالآخر اللہ کے لیے نکلنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی رفیقہ اللہ کے فضل وکرم سے سرخرو ہو کر نکلتے ہیں۔

بے حیا ظالم اور بے شرم بادشاہ اپنے آپ میں ذلیل وخوار ہوا اور آپ علیہ السلام کو راضی کرنے کے لئے اپنی بیٹی آپ علیہ السلام کے ہمراہ کر دی۔ مذکورہ واقع حدیث کے الفاظ میں اس طرح موجود ہے۔

((إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هَا هُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَ أُخْتِي فَأَتَى سَارَةَ قَالَ يَا سَارَةُ لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرَكِ وَإِنَّ هٰذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي فَلَا تُكَذِّبِينِي فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ فَأُخِذَ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ فَقَالَ إِنَّكُمْ لَمْ تَأْتُونِي بِإِنْسَانٍ إِنَّمَا أَتَيْتُمُونِي بِشَيْطَانٍ فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ مَهْيَا قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ أَوِ الْفَاجِرِ فِي نَحْرِهِ وَأَخْدَمَ هَاجَرَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ))

[رواہ البخاری: باب قول اللہ تعالٰی واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا]

''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بی بی سارہ ایک ظالم حکمران کے ملک سے گزرے تو اسکے نوکر چاکروں نے بادشاہ کو کہا کہ ہمارے شہر میں ایک مسافر آیا ہے جس کی عورت بہت زیادہ خوبصورت ہے۔ ظالم بادشاہ

نے حکم دیا، ابراہیم کو فوراً میرے سامنے پیش کرو۔ آپ سے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا یہ میری بہن ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بادشاہ سے فارغ ہو کر حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس آئے اور کہا اے سائرہ! اس سرزمین میں میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں اور اس ظالم بادشاہ نے مجھے پوچھا ہے کہ تیرے ساتھ کون عورت ہے؟ میں نے تجھے اپنی بہن کہا ہے۔ تو بھی اس کے سامنے بہن بتلانا۔ ایسا نہ ہو میں جھوٹا ہو جاؤں۔ اس ظالم بادشاہ نے حضرت بی بی سائرہ کو جبراً منگوایا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچائی گئیں تو ظالم نے دست اندازی کی کوشش کی لیکن دھڑام نیچے گرا۔ پھر فریاد کرنے لگا اے نیک خاتون اپنے رب سے میری عافیت کی دعا کر میں تجھے کچھ نہیں کہوں گا۔ آپ کی دعا سے وہ اچھا ہو گیا پھر دوسری مرتبہ زیادتی کی کوشش کی۔ دوبارہ پھر پہلے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ اللہ کی گرفت میں آیا۔ اب پھر التجا کی۔ اے نیک عورت! اب کے بار دعا کر میں اچھا ہو جاؤں تو میں تجھے کچھ نہیں کہوں گا۔ ہماری اماں جان حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا فرمائی۔ اللہ کے فضل و کرم سے وہ پھر تندرست ہوا۔ اس بار اس نے اپنے نوکر کو بلا کر کہا تم اچھی عورت میرے پاس لائے ہو یہ عورت ہے یا شیطان؟ (بے شرم اپنی بے شرمی کو مٹانے کے لئے ایسا کہہ رہا تھا۔ حالانکہ شیطان لعین وہ خود تھا) اس نے ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت سارہ علیہا السلام کی خدمت میں دے دیا۔ جب حضرت سارہ علیہا السلام جناب ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں تو آپ اللہ کے حضور ہاتھ باندھ کر نماز میں مصروف تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز کی حالت میں

اشارہ سے پوچھتے ہیں کیا معاملہ ہوا؟ حضرت سارہ علیہا السلام نے عرض کیا، اے خلیل خدا اللہ ذوالجلال نے کافر و فاجر کی شرارت کو اس کے اوپر الٹ دیا ہے۔ سارا ماجرا ذکر کیا اور کہا بالآخر اس نے اپنی اس لڑکی کو خادمہ کے طور پر میرے حوالے کر دیا ہے۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مبارکہ ذکر کرنے کے بعد کہا۔ اے بارش پر پلنے والو۔ (یعنی اے عرب قوم) یہی تو تمہاری والدہ ہاجرہ علیہا السلام ہیں۔''

نیک بچے کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے ملک، گھر بار، باپ اور اپنی قوم کو چھوڑا تو اس وقت ان کو بڑی شدت کے ساتھ یہ کمی محسوس ہوئی۔ کہ اے اللہ اگر یہ قوم تیرے دین کو نہیں مانتی تو کم از کم نیک اولاد عنایت کر دے۔ جو میرا سہارا اور غمخوار بننے کے ساتھ ساتھ میرے بعد تیرے دین کا پرچار کرتی رہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اولاد مانگی تو نیک اولاد۔

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ﴾[الصفت: ۱۰۰]

''اے میرے پروردگار! مجھے نیک اولاد عنایت فرما۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا اسی وقت قبول نہیں ہوئی۔ بلکہ قرآن حکیم میں یہ بات انہی کی زبان اطہر سے بیان کی گئی ہے۔ کہ دعا بہت مدت کے بعد بلکہ عمر کے آخری حصے میں مستجاب ہوئی۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾[ابراھیم:۳۹]

''اس اللہ کے لیے سب تعریف اور شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے بلاشبہ میرا رب دعا سنتا ہے۔''

تمام مفسرین نے لکھا ہے جناب خلیل علیہ السلام کو ۸۶ سال کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا کیے گئے۔

اللہ پاک کی عجب سنت ہے کہ جب کسی بندے کو نعمت عطا فرماتا ہے تو ساتھ ہی نیکوں کی آزمائش بھی شروع کر دیتا ہے۔ جن کے مرتبے بلند ہوتے ہیں ان کی آزمائش بھی بلند تر ہوتی ہے۔ جیسا کہ خود سرور کائنات نے فرمایا تھا اس دنیا میں سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء کی ہوا کرتی ہیں۔

بندہ مومن کی زندگی اطاعت وتسلیم ورضا کے سوا کچھ نہیں۔ ادھر حکم ہوا۔ اَسْلِمْ بس مطیع ہو جا۔ ادھر اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی صدا آئی اے خدا! میں تیرا غلام تیرا مطیع ہو چکا ہوں۔ شاعر نے کیا خوب کہا۔

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمان پیغمبر! ادہر گردن جھکائی ہو!

بس رب العلمین کا اشارہ ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بچے اسماعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کو لے کر سوئے حجاز روانہ ہوتے ہیں۔ آخر کار اس مقام پر پہنچ گئے جس جگہ آج کعبۃ اللہ ہے۔ کہیں آزمائش کا اختتام نہیں ہوا۔ بلکہ ابھی تو ابتداء ہے۔ حکم ہوا ابراہیم علیہ السلام اس شیر خوار بچے اور اس کی والدہ کو چھوڑ کر واپس پلٹ جاؤ۔ کتنی نازک آزمائش، جو بچہ ساری عمر کی مناجات کا نتیجہ، آنکھوں کی ٹھنڈک، بڑھاپے میں امیدوں کا سہارا اور ماں باپ کا اکلوتا چشم وچراغ ہے اسے چھوڑنے کا حکم ہوا۔ دوبارہ پلٹ کر نہیں دیکھا۔ پانی کا مشکیزہ اور کچھ کھجوریں دے کر خدا حافظ کہا اور محبت وفراق

کے جذبات لئے ہوئے واپس ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس کے پس منظر سے ناواقف تھیں۔ بڑی حیران و پریشان سوچتی ہوں گی نہ معلوم کیا ماجرا ہے؟ چاہیے تو یہ تھا کہ بڑھاپے میں ملنے والے چاند سے بچے کو ایک لمحہ کے لئے جدا نہ کیا جاتا لیکن آپ علیہ السلام ہیں کہ چھوڑ کر چلے جا رہے ہیں۔ ساتھ ہی اس سوچ کا آنا بدیہی اور فطری تھا کہ پتہ نہیں کیا خطا ہوئی جو رب کا خلیل میرا سرتاج مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔ بالآخر پیچھے دوڑیں اور بے قرار ہو کر پوچھا: آپ ہمیں اس لق ودق ریگستان میں بے یار و مددگار تنہا چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ بتائیں تو سہی، آپ ناراض ہیں یا رب کائنات کا حکم ہے؟

خلیل خدا علیہ السلام رخ موڑے بغیر فرماتے ہیں۔ ہاں یہ سب کچھ اسی کے حکم سے ہو رہا ہے۔ اب کیا ہے، وہ عظیم ماں جو صبر و وفا کا پیکر اور شکر و رضا کا مجسمہ تھیں فرمانے لگیں ''حضور علیہ السلام بڑے شوق سے تشریف لے جائیں فکر نہ کرنا اگر اس مالک حقیقی کا حکم ہے تو اذا لا یضیعنا الله ابدا پھر وہ اللہ ہمیں ماں بیٹے کو ہرگز نہیں پہنچنے دے گا۔'' دیکھتے جایئے۔ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کتنی صابرہ و شاکرہ ہیں۔ دنیا میں ایسی مائیں بہت کم پیدا ہوئیں۔ اے ہاجرہ تجھ پر خدا کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔ تو نے ایسا جواب دیا جو ابراہیم علیہ السلام کی رفیقہ اور اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کے شایان شان تھا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام تھوڑی دور جا کر دعا کرتے ہیں۔

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي

الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾ [ابراهيم: ٣٧، ٣٨]

"پروردگار میں نے ایک بے آب وگیاہ زمین میں اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے میرے رب میں انہیں اس لیے چھوڑے جا رہا ہوں کہ یہ نماز قائم کریں تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور کھانے کے لئے ان کو پھل عطا فرما۔ تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔ اے اللہ تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ زمین و آسمان میں اللہ کے لئے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔"

اُمِّ اسماعیل پر بھاری آزمائش

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے لخت جگر کو کچھ روز پانی اور کھجوریں کھلاتی رہیں ختم ہونے والی چیز ختم ہو ہی جایا کرتی ہے۔

آخر کار پانی اور کھجوریں ختم ہو گئیں اس کے ساتھ ہی ام اسماعیل علیہ السلام کی چھاتی سے دودھ بھی جاتا رہا۔ چھوٹے بچے کو تو بار بار دودھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ننھا بچہ تشنگی کی شدت سے بار بار روتا اور ہونٹوں پر زبان پھیرتا اور کروٹیں بدلتا دیکھا نہیں جا رہا۔ ادھر بچے کا پھول جیسا چہرہ کملانے لگا۔ ادھر ام اسماعیل کی حالت دگرگوں ہوتی جا رہی ہے۔ ہائے خدایا! کیسا منظر ہے، ماں بیٹے پر عجیب آزمائش جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے دنیا میں منفرد آزمائش تھی۔ بے ساختگی کے عالم میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام صفا پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گئیں، چاروں طرف نظر دوڑائی کہیں پانی مل جائے۔ لیکن پانی دور دور تک دکھائی نہ دیا۔ واپس پلٹیں اسماعیل کے چہرے کو چوما اور پھر دوسری پہاڑی یعنی مروہ کے اوپر گئیں۔ پانی دکھائی نہ دیا۔ غور فرمایئے! کیسی حالت ہوگی اسی تجسس میں سات مرتبہ صفا مروہ کا چکر لگایا۔ آخری مرتبہ مروہ کے اوپر کھڑی تھیں کہ دفعتاً

آواز سنی پلٹ کر دیکھا تو اسماعیل کی ایڑیوں کے نیچے چمکتا ہوا پانی نظر آیا۔ دوڑ کر لخت جگر کے پاس گئیں۔ اسماعیل کو اٹھا کر دوسری جگہ لٹایا اور فوراً پانی کے گرد اگرد چھوٹی سی منڈ پر بنا دی، بچے کو پلایا اور خود سیر ہو کر پانی پیا، خدا کا شکر بجا لائیں۔ نہ صرف اس آزمائش میں سرخروہ ہوئیں۔ بلکہ دو انعامات سے نوازی گئیں۔ ایک تو جہاں محترمہ ہاجرہ علیہا السلام کے بے قراری میں قدم لگے اور چکر کاٹے رب کریم نے ان دو پہاڑیوں کو شعائر اللہ کہہ کر قیامت تک کے لئے حجاج کرام پر سعی کو لازم قرار دیا۔ مقصد یہ تھا چاہے تم خوشی میں ہو یا غم میں تمہیں بھی اسی طرح چکر کاٹنے ہوں گے۔

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرۃ:۱۵۸]

”یقیناً صفا اور مروہ اللہ پاک کے نشان ہیں لہٰذا جو بھی حج یا عمرہ کرے اس کے لئے کوئی حرج نہیں، کہ وہ ان دونوں کے درمیان سعی کرے جو خوشی سے کوئی نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ کو اس نیکی کا علم ہے اور وہ تو قدر کرنے والا ہے۔“

دوسرا تحفہ زمزم کی صورت میں ایسا پانی حاصل ہوا جس میں غذائیت کے تمام لوازمات موجود ہیں اور اس میں ہر بیماری کی شفا رکھ دی گئی ہے۔ نامعلوم کتنے مریض صحت یاب ہوئے اور کتنے مسافروں کو بھوک کی سختیوں سے اس پانی نے نجات بخشی؟ اللہ اللہ! کیسے دو انعامات جن سے آج تک کسی نیک کا بے نیاز ہونا تو درکنار کسی فاسق، فاجر کو

بھی اس کی ہمت نہیں ہے۔ مومن تو سعی اور زمزم کے لئے تڑپ رہے ہیں اور قیامت تک سعی بین الصفا والمروۃ اور زمزم کی خاطر مومن تڑپتے رہیں گے۔ یہ ایسی دو یادگاریں ہیں جن کا مقابلہ کروڑوں اور اربوں کی لاگت سے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خاندان ابراہیم علیہ السلام کے لئے دنیا و آخرت میں عزت و عظمت اور صدقہ جاریہ کے نشان ہیں۔ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان فرمایا۔

((ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ))

[رواه البخاری:باب قول الله تعالیٰ واتخذ الله ابراهیم خلیلا]

''حضرت ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو (مکہ) میں لے آئے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اسماعیل کو دودھ پلاتی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو ایک بڑے درخت کے تلے بٹھا دیا۔ جو اس مقام پر تھا۔ جہاں اب زمزم ہے۔ مسجد کے بلند جانب میں اس وقت مکہ میں آدمی کا نام ونشان نہ تھا اور نہ ہی وہاں پانی کا وجود تھا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک شام کو چل دیئے

((ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ يَا إِبْرَاهِيمُ أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا))[رواه البخاری]

''پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں کو وہاں چھوڑ گئے اور ایک تھیلا کھجور کا

ایک مشکیزہ پانی کا دے گئے۔ خود ملک شام کو چل دیئے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام چلنے لگے تو ہاجرہ علیہا السلام ان کے پیچھے ہوئیں اور کہنے لگیں حضرت آپ کہاں چلے، ہم کو ایسے جنگل میں چھوڑ کر جہاں آدمی کا پتہ تک نہیں اور نہ ہی کوئی چیز ملتی ہے؟ کئی کئی بار پکار پکار کر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے یہ کہا مگر ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا تک نہیں۔"

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا اللہ ہماری حفاظت کرے گا

((يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتّٰى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حَتّٰى بَلَغَ يَشْكُرُونَ وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ حَتّٰى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوّٰى أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ))

[رواه البخاری:باب قول الله تعالیٰ و اتخذ الله ابراهيم خليلا]

"آخر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے ان سے یہ کہا کیا اللہ کا ایسا ہی حکم

ہے۔انہوں نے کہاہاں! تب حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے یہ کہا کہ پھر پروردگار ہم کو ہلاک نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر حضرت ہاجرہ علیہا السلام لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چل دیئے حتی کہ اس پہاڑی پر پہنچی۔ جہاں سے دکھائی نہیں پڑتے تھے (اسی پہاڑی سے آنحضرت ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تھے) تو ادھر کا رخ کیا۔ جہاں اب کعبہ ہے۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔ (ان کلمات کے ساتھ) اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد ایسے میدان میں چھوڑی دی ہے۔ جہاں کچھ نہیں اگتا (کیونکہ کعبہ حضرت آدم کے وقت سے تھا لیکن گر کر مٹ گیا تھا) ادھر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا یہ حال ہوا۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی اور مشک میں سے پانی پیتی رہیں۔ جب پانی ختم ہوگیا تو خود بھی پیاسی ہوئیں، بچہ کو بھی پیاس لگی بچہ کو دیکھا کہ وہ پیاس کے مارے تڑپ رہا ہے وہ اس نیت سے سرک گئیں کہ بچہ کا یہ حال نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ دیکھا تو صفا پہاڑ قریب ہے اس پر چڑھیں شاید کوئی آدمی نظر آئے لیکن کوئی نہیں دکھائی دیا۔ وہاں سے اتریں اور اپنا کرتہ سمیٹ کر نالے کے نشیب میں اس طرح دوڑیں۔ جیسے کوئی مصیبت زدہ دوڑتا ہے۔ نالے کے پار جا کر مروہ پہاڑ پر دوسری جانب چڑھیں۔ وہاں بھی دیکھا، کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ سات چکر انہوں نے اس طرح لگائے۔''



تاریخ سعی صفا و مروہ

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ أَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غِوَاثٌ فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا قَالَ فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا))

[رواہ البخاری:باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہی سے لوگوں نے صفا مروہ کی سعی شروع کی۔ جب چکر میں مروہ پر چڑھیں تو انہوں نے ایک آواز سنی، چپ رہ کر پھر کان لگایا تو وہی آواز سنی کیا تو کچھ ہماری مدد کرسکتا ہے؟'' پھر دیکھا۔ تو جہاں آب زمزم ہے۔ وہاں اللہ کے فرشتے، حضرت جبریل علیہ السلام ملے انہوں نے اپنی ایڑی یا پر مار کر زمین کھود ڈالی پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام ہاتھ سے اس کے گرد منڈیر بنانے لگیں اور پانی چلو سے لے لے کر اپنی مشک میں بھرتی جاتی تھیں۔ جوں جوں پانی لیتی جاتی تھیں وہ چشمہ اور جوش مارتا جاتا تھا۔ ابن عباس

نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اسماعیل کی والدہ پر رحم کرے۔
اگر وہ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ رہتا۔
حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پانی پیا اور اپنے بچے کو بھی پلایا۔''

جبریل علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو تسلی دی

((فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتَ اللّٰهِ يَبْنِي هٰذَا الْغُلَامُ وَأَبُوهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَهْلَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيهِ السُّيُولُ فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوا إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلٰى مَاءٍ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ فَأَقْبَلُوا قَالَ وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوا أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ فَقَالَتْ نَعَمْ وَلٰكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَلْفَى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْإِنْسَ))

[رواہ البخاری: باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراهیم خلیلا]

''فرشتے (حضرت جبریل علیہ السلام) نے ان سے کہا تم جان کا ڈر نہ کرو۔
یہاں اللہ کا گھر ہے۔ یہ بچہ اور اسکا باپ دونوں مل کر اس گھر کو بنائیں گے
اور اللہ اپنے گھر والوں کو تباہ نہیں کرے گا۔ اس وقت کعبے کا یہ حال

تھا۔ ٹیلے ٹبے کی طرح زمین سے اونچا تھا۔ دائیں اور بائیں طرف سے برسات کا پانی نکل جاتا تھا ہاجرہ علیہا السلام نے ایک مدت اسی طرح گزاری چند روز کے بعد جرہم قبیلے کے کچھ لوگ یا کچھ گھر والے جو کداء کے رستے مکہ کی بلند جانب سے آ رہے تھے۔ ادھر سے گزرے۔ وہ مکہ کے نشیب میں اترے۔ انہوں نے ایک پرندہ دیکھا جو وہاں گھوم رہا تھا وہ کہنے لگے پرندہ جو گھوم رہا ہے ضرور پانی پر گھوم رہا ہے۔ ہم تو اس میدان سے واقف ہیں۔ یہاں کبھی پانی نہیں دیکھا۔ انہوں نے ایک یا دو آدمی خبر لینے کے لیے بھیجے۔ وہ آئے۔ دیکھا کہ پانی موجود ہے۔ پھر اپنے لوگوں کے پاس لوٹ گئے۔ ان کو پانی کی خبر دی وہ بھی آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ وہیں بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا ہم یہاں اترنے کی اجازت دیتی ہیں؟ انہوں نے رہنے کی اجازت دے دی اور کہا۔ پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں۔ ان لوگوں نے قبول کیا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں نے ایسے وقت میں اجازت مانگی جب خود اسماعیل علیہ السلام کی والدہ یہ چاہتی تھیں یہاں بستی ہو۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾[الصفت: ۱۰۲]

''جب وہ دوڑنے بھاگنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے بیٹے یقیناً

میں نے خواب دیکھا ہے بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے اسمعیل نے عرض کیا ابا جان آپ کر گزریں جو آپ کو حکم ملا ہے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ تو خواب کا بیٹے سے ذکر کر کے پوچھا۔ بیٹا تیرا کیا خیال ہے بیٹے سے پوچھنے کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں کہ اگر بیٹے نے خوشی سے اپنے آپ کو تعمیل حکم کے لئے پیش کیا تو وہ بھی ثواب کا مستحق ہو جائے گا ورنہ حکم خداوندی کی تعمیل تو بہر حال کی جائے گی۔

دوسرا شاید وہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ جس صالح بیٹے کی میں نے آرزو کی تھی کیا واقعتاً وہ صالح بیٹا ہے۔ تیسری وجہ ظاہر ہے کہ خواب کا تعلق بیٹے سے بھی ہے۔ لہٰذا بیٹے سے پوچھنا مناسب سمجھا۔

باپ بیٹے سے

﴿قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ﴾[الصافات:۱۰۲]

"ابراہیم علیہ السلام نے کہا بیٹا میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟

بیٹا باپ سے

﴿قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾[الصافات:۱۰۲]

"اسماعیل نے عرض کیا ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اس کر ڈالیے۔ آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔"

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا جواب آداب فرزندی کی معراج ہے۔ اسی واقعہ کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

باپ اور بیٹا بڑے پر اعتماد طریقے سے میدان منیٰ کی طرف جا رہے ہیں۔ اسی اثناء میں ابلیس لعین راستے میں کھڑا بڑے اضطراب کے ساتھ ایثار و وفا کے پیکران کا راستہ روکنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔

شیطان کا اضطراب

اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا عظیم الشان اور عدیم المثال مظاہرہ شیطان مردود کس طرح دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ شیطان بھاگم بھاگ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا اے ام اسماعیل آپ کا بیٹا کدھر گیا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا وہ اپنے والد کے ساتھ گیا ہے۔ شیطان نے کہا اے ہاجرہ تجھے خبر نہیں اسے ابراہیم علیہ السلام ذبح کرنے کے لیے لے گیا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام حیران ہو کر پوچھتی ہیں کہ کبھی ایسے بھی ہوا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور خاص کر اتنے خوبصورت اور نیک سیرت بیٹے کو؟ اب شیطان نے سوچا شاید میرا داؤ چل جائے گا کہنے لگا اے ام اسماعیل آج ابراہیم اسے ضرور ذبح کر دے گا۔ کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ مجھے ایسا کرنے کا خدا نے حکم دے رکھا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا اگر اللہ پاک نے ایسے ہی حکم دیا ہے تو جاؤ

چلے جاؤ۔ میں اپنے اللہ پر اسی طرح راضی ہوں۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے مایوس ہو کر شیطان جمرہ عقبہ (آج کل جس کو بڑا شیطان کہا جاتا ہے) کے پاس کھڑا ہو کر ابراہیم علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات پتھر مارے۔

پھر دوسری جگہ جمرہ وسطی کے پاس آ کر تیسری دفعہ جمرہ اولی کے پاس شیطان نے آخری کوشش کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تینوں جگہ سات سات کنکریاں ماریں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں مارنے کو بھی حجاج کے لئے شعائر قرار دے دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کی اپنے رب کے حضور بے مثال قربانی

آج سے ہزاروں سال پیشتر دنیا کے ایک گوشے میں عجیب وغریب واقعہ رونما ہو رہا ہے کہ وادی غیر ذی زرع پر دو مخلص ترین وجود جمع ہیں۔ باپ کی زبان پر!

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الانعام:۷۹]

''میں سب کو چھوڑ چھاڑ کر ایک ہی ذات کبریا کا ہو گیا ہوں۔ جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔''

بیٹا آنکھیں موند کر گردن اور چہرہ زمین کے ساتھ لگائے ہوئے بس یہی کہے جا رہا ہے۔

﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾ [الصفت:۱۰۲]

''آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔''

چشم فلک نے ایسا نظارہ نہ پہلے کبھی کیا اور نہ ہی کبھی آئندہ کرے گی۔ حکم الٰہی کی تعمیل میں جناب خلیل اللہ علیہ السلام نے جگر گوشے کو پیشانی کے بل کنکریلی زمین پر لٹایا تاکہ

پیارے اور معصوم رخ زیبا کو دیکھ کر پدری جذبہ استقامت کی راہ میں حائل نہ ہو جائے۔

﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾[الصفت: ۱۰۳]

"جب باپ بیٹے نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔"

جس بیٹے کے لئے مدت مدید دعائیں مانگیں تھیں۔ جس کی خبر گیری کے لئے میلوں سفر کیا تھا جس کو ہاجرہ علیہا السلام نے پیار کی لوریاں دی تھیں اور جس چہرے کو چوم کر اپنے دل کو تنہائی میں تسلی دیا کرتی تھیں آج وہی چہرہ مٹی میں لتھڑا ہوا الٹا پڑا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو زمین پر لٹا کر یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہر چیز قربان کی جا سکتی ہے۔ اور یہی راستہ ہے جس سے آدمی اصل نیکی تک پہنچتا ہے۔

﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾[آل عمران: ۹۲]

"تم نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ جب تک اللہ کی راہ میں وہ چیز خرچ نہ کر ڈالو، جس کو تم بہت عزیز سمجھتے ہو۔ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن اللہ کا فضل و کرم کہ اس نے اسمٰعیل علیہ السلام کو بچا کر ایک دنبے کی قربانی قبول کی۔ کیونکہ مقصود امتحان تھا نہ کہ جان!

﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾

[الحج: ۳۷]

"اللہ تعالیٰ کو ان کے خون سے اور گوشت سے غرض نہیں۔ بلکہ اسے تو تم سے تقویٰ مطلوب ہے۔"

﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾

[الصفت: ۱۰۴تا۱۱۱]

''ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی دے کر (اسمٰعیل کو) چھڑا لیا۔ اور ہم نے (اس کا ذکر خیر) ہمیشہ کے لئے بعد میں آنے والوں میں رکھ دیا۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔''

بعض لوگوں نے عقل پرستی بلکہ اسرائیلی روایات پرستی کا ثبوت مہیا کرنے کے لیے لکھا کہ چھری کا پھل، چھری کے دستے میں مڑ گیا ہو۔ کسی نے کہا نہیں جناب اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن تانبے کی بن گئی اور کچھ تو عقل کے آگے لگ کر بھاگنے لگے اور کہا کہ لٹانے کا معنی ہے کہ دونوں خدا کے سامنے جھک گئے۔ حالانکہ قرآن حکیم نے فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ کے الفاظ کہہ کر آگے اس کیفیت کو اہل نظر پر چھوڑ دیا ہے۔

قربانی کا صلہ

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ [النساء: ۱۲۵]

”اور اس شخص سے بہتر کس کا طریقہ زندگی ہوسکتا ہے جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا رویہ نیک رکھا اور یکسو ہو کر ابراہیم کے طریقے کی پیروی کی ابراہیم کو اللہ تعالی نے اپنا دوست بنالیا تھا۔“

﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾

[البقرہ: ۱۲۴]

”اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا۔ تو اس کے رب نے فرمایا میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنا نے والا ہوں۔ ابراہیم نے عرض کیا، کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرا وعدہ ظالموں کے ساتھ نہیں ہے۔“

قربانی کی وجہ تسمیہ

قربانی کا لفظ قربان بروزن سلطام سے نکلا ہے۔ عربی محاورات میں قربان ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے اللہ تعالی کا قرب حاصل کیا جائے جیسا کہ امام ابوبکر حصاص رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے۔

((وَالْقُرْبَانُ مَا يَقْصُدُ بِهِ الْقُرْبَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ أَعْمَالِ الْبِرِّ))

”قربان ہر اس کام کو کہا جاتا جس کا مقصد اللہ کی قربت ورضا حاصل کرنا ہو۔“

لیکن عرف عام میں ۱۰ ذوالحجہ کو بکرے، دنبے، گائے وغیرہ ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔

قربانی کی ابتداء

جب سے حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔اسی وقت سے لے کر اللہ تعالی کے راستے میں اس کی رضا کے لئے قربانی کرنا شروع ہے،جیسا کہ خود اللہ پاک نے قرآن مجید کے اندر واقعہ قربانی بیان فرمایا۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝﴾

[المائدہ:۲۷۔۲۸]

''اور آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ سنائیں جب ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی،اور دوسرے کی قربانی قبول نہیں کی گئی۔(جس کی قربانی قبول نہ ہوئی) اس نے کہا (دوسرے بھائی کو) کہ میں تجھے قتل کردوں گا۔اس نے جواب دیا اللہ تو متقی لوگوں کی قربانی قبول کرتا ہے۔اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا،تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔''

پھر مسئلہ حج بیان فرماتے ہوئے قربانی کا یوں تذکرہ کیا کہ تمام امتوں کے لئے قربانی تھی۔

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ﴾[الحج:۳۴]

”ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کا طریقہ مقرر کیا تاکہ وہ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں۔ جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں۔ تمہارا اللہ الٰہ واحد ہے۔ بس اسی کے تابعدار ہو جاؤ خوشخبری دیجیے عاجزی کرنے والوں کو۔“

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

[الانعام:۱۶۲]

”اے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیں کہ میری نماز اور میری قربانی اور جینا مرنا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔“

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ○﴾[الکوثر]

”یقیناً ہم نے آپ کو حوض کوثر عنایت کیا آپ نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں آپ کا دشمن ہی ہلاک ہونے والا ہے۔“

قربانی اللہ تعالیٰ کے شعائر

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ﴾

[الحج:۳۶]

”قربانی کے اونٹ اللہ تعالیٰ کے شعائر (نشانات) میں سے ہیں ان میں تمہارے لئے بہتری ہے۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

ذ((سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ))[سنن ابن ماجه،باب ثواب الْأُضْحِيَّة]

”قربانی تمہارے باپ جناب ابراہیم (علیہ السلام) کی سنت ہے۔“

صحابہ کا استفسار

((قَالَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوا فَالصُّوفُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ))[رواه ابن ماجه :باب ثواب الاضحية]

"اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سنت سے ہمیں کیا ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک مدینہ میں رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قربانی کیا کرتے تھے۔"

حقیقت قربانی

﴿لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾

[الحج: ٣٧]

"اللہ کو تمہاری قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے ، بلکہ اس کو تمہارا اخلاص مقصود ہے۔"



جذبہ قربانی عام کیجئے

یہی وہ جذبہ ہے جس کو ساری زندگی پر لاگو کرنے کی تلقین فرمائی۔

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾[التوبہ: ۲۴]

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے، اگر تمہارے والدین تمہارے بیٹے، بھائی، بیویاں، تمہارے رشتہ دار اور مال جو تم نے جمع کیے ہیں اور وہ تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ محلات و مکانات تم کو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ عزیز ہیں۔ تو تمہیں اللہ کے فیصلہ (عذاب) کا انتظار کرنا چاہیے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی پر جذبہ قربانی کے اثرات

صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں مسابقت کیا کرتے تھے جیسا کہ تاریخ اسلام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور جناب صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ خیرات میں مسابقت کا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود اپنی کیفیت ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں صدقہ و خیرات کا حکم دیا، میرے پاس اس وقت کافی سرمایہ تھا میں نے دل میں یہ بات ٹھان لی کہ جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ ہر دفعہ نیکی میں مجھ سے بڑھ جایا کرتے

ہیں۔ آج میں ان کو کسی صورت اپنے سے بڑھنے نہیں دوں گا۔ چنانچہ میں گھر پلٹا اور تمام سرمایہ کا نصف لے کر اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت گرامی میں پیش کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے استفسار فرمایا۔ "اے عمر رضی اللہ عنہ گھر کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ "اے حبیب خدا ﷺ! سارے مال میں سے آدھا مال ومتاع آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔" اس کے بعد جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ "ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کتنا کا مال لائے ہیں؟ یاد رہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جذبات کا کچھ علم نہیں تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے پیغمبر میں تو صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت گھر چھوڑ آیا ہوں۔ باقی دنیا کا سارا مال تو آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔" جناب فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حتمی طور پر تسلیم کر لیا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) ساری زندگی نیکیوں میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ نہیں سکتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایثار کا عجیب واقعہ

غور فرمائیں جس ملت کے بزرگوں کے ایثار وقربانی کے یہ حال ہو وہاں عام کارکنوں کی کیفیت کیا ہوگئی۔ انہی جذبات کا اثر تھا کہ صدقہ وخیرات کا اعلان سنتے ہی ایک صحابی رضی اللہ عنہ گھر جانے کی بجائے سیدھا ایک یہودی کے پاس جاتا ہے۔ ساری رات کنواں چلا چلا کر پانی یہودے کے پودوں کے دیتا رہا۔ صبح کو تقریباً چار کلو کھجوریں ملی آدھی گھر میں بچوں کی بھوک بجھانے کے لئے رکھ لیں اور آدھی نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں پیش فرما دیں۔ اور ساتھ ہی پورا ماجراذ کر کیا۔



صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں ایثار وقربانی

حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جنگ یرموک میں میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا اور ساتھ ہی میں نے پانی کا مشکیزہ بھرلیا شاید کسی بھائی یا کسی غازی کو پانی کی ضرورت ہو۔ جونہی میں نے دیکھا کہ میرا چچازاد بھائی خون میں لت پت پڑا ہے۔ میں نے پانی پلانا چاہا اچانک ایک اور زخمی مجاہد کی آواز آئی پانی! میرے چچا زاد بھائی نے مجھے اشارہ کیا کہ پہلے پانی اسکو پلایا جائے۔ جب میں اس زخمی مجاہد کے پاس پہنچا تو دفعتاً تیسری طرف سے پانی کی آواز آئی سنائی دی۔ اس مجاہد نے بھی پہلے کی طرح تیسرے کے طرف بھیج دیا۔ جب میں تیسرے غازے کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہو چکا تھا۔ میں پلٹ کر دوسرے کے پاس آیا تو اس نے بھی اپنی جان خدا کے حوالے کردی تھی۔ میں دوڑتا ہوا اپنے بھائی کے پاس آیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے کوچ کر چکے ہیں۔ یہی تو جذبہ قربانی ہے جس کی تعریف کی گئی۔

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[الحشر:۹]

"کہ اللہ کے بندے اپنی ضرورت کے باوجود دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں اپنی جان کو بخل سے بچانے والے ہی کامیاب ہوں گئے۔"

نیت قربانی

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[الانعام:۷۹]

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

[الا نعام: ۱۶۲، ۱۶۳]

''میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کبریا کی طرف کر لیا ہے۔ جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میرا مشرکوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یقیناً میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور موت رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے مجھے اطاعت کا حکم دے رکھا ہے اور میں اطاعت گزاروں میں ہوں۔''

نبی اکرم ﷺ نے قربانی کرتے ہوئے یہ الفاظ بھی کہے ہیں۔

((هَٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي))[رواہ الترمذی:العقیقة بشاة]

''اے اللہ یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت کے ہر اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔''

آخر میں بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ.

یاد رہے کہ پوری بسم اللہ پڑھنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں اسی لئے اتنے ہی الفاظ کہنے چاہئیں۔

قربانی کے متفرق مسائل

میت کی طرف سے قربانی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں آپ کے بعد آپ کی طرف سے قربانی کرتا رہوں۔ اس لیے میں ہمیشہ آپ کی طرف سے قربانی کرتا رہا۔ (مشکوۃ)

قربانی کرنے والا حجامت نہ کروائے

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قربانی کا عشرہ شروع ہو تو تم اس میں سے جس نے قربانی کرنی ہے وہ اپنے بال ناخن نہ کاٹے۔ عام طور یہ مشہور کہ جو بھی اس عشرہ میں بال نہیں کٹوائے گا۔ اس کو ثواب ملے گا۔ ہو سکتا ہے نیت پر ثواب مل جائے۔ بظاہر ایسی کوئی دلیل نہیں کہ قربانی نہ کرنے والا بھی بال نہ کٹوائے۔

ایک قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا خریدنے کا حکم دیا چنانچہ آپ کے لیے کالا سیاہ مینڈھا لایا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ پتھر پر تیز کر کے چھری لاؤ، میں نے چھری پیش کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے کو زمین پر لٹایا اور یہ الفاظ ادا فرما کر ذبح کیا۔

((اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ))

[رواہ مسلم: باب استحباب الاضحیة......الخ]

''یا اللہ محمدؐ اور آل محمدؐ اور امت محمدؐ کی طرف سے قبول فرما۔''

اس حدیث سے یہ نتیجہ محدثین نے اخذ کیا کہ ایک قربانی سارے گھر کی طرف سے کافی ہے اور مدفون لوگوں کی طرف سے بھی قربانی دی جا سکتی ہے۔



قربانی کا جانور بے داغ ہونا چاہیے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیسا جانور ذبح نہیں کرنا چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لنگڑا، کانا بیمار بالکل کمزور لاغر جانور ذبح نہ کرنے کا حکم دیا۔ یعنی ایسا جانور جس کا ظاہری عیب نظر آرہا ہو اس کو بالکل قربانی نہیں کرنا چاہیے۔ (مشکوۃ)

وقت قربانی اہل خانہ کا موجود ہونا

خادم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس کہتے ہیں میں نے خود دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے ایک مینڈھے کو ذبح فرمارہے ہیں جب کہ آپ کا پاؤں مبارک جانور کے پہلو کے اوپر تھا۔ اور آپ چھری پھیرے جارہے تھے اور آپ کے اہل خانہ بھی پاس موجود تھے۔ (بخاری)

عورت کا بھی اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا جائز ہے

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں سے کہا کرتے تھے۔ قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرو۔ (بخاری: کتاب الاضاحی)

قربانی کے ایام میں سب سے افضل عمل

قربانی کے ایام میں سب سے زیادہ پیارا عمل اللہ کے نزدیک خون بہانا (قربانی کرنا) ہے قربانی کا جانور قیامت کے روز اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا (یعنی ترازوں میں وزن ہوگا) قربانی کا خون گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں قبولیت ہو جاتی ہے۔ اس لئے چاہیے کہ قربانی خوشی سے کی جائے۔ (مشکوۃ بحوالہ سنن ابن ماجہ)

قربانیوں کو موٹا کرو

صحیح بخاری کتاب الاضاحی میں موجود ہے صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ طیبہ میں اپنی قربانیوں کو خوب موٹا کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ (قربانی کے جانور کو خوب خوراک کھلانا، نہلانا تاکہ خوبصورت اور موٹا ہو جائے)

پہلے نماز پھر قربانی

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عید کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب آپ علیہ السلام نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے نماز سے پہلے قربانیاں کر لی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ''جس نے نماز سے پہلے قربانی کی ہے وہ اور قربانی کرے اور جس نے ابھی تک نہیں کی وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔'' (صحیح بخاری)

نماز سے پہلے قربانی قبول نہیں

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے ماموں ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز سے پہلے قربانی کی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ تو عام گوشت ہوا قربانی نہیں ہوئی۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے اگر آدمی کسی وجہ سے اجتماعی نماز عید سے رہ جائے تو اس کو نماز پڑھ کر قربانی کرنی چاہیے۔

قربانی سنت ہے

امام بخاریؒ نے کتاب الاضاحی یعنی بخاری میں یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں۔

((قال ابن عمر هي سنة معروفة))

''ابن عمر (رضی اللہ عنہما) فرمایا کرتے تھے قربانی تو مشہور و معروف سنت ہے۔''

گائے اور اونٹ میں حصہ داری

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ دوران سفر قربانی کے دن آ گئے اور ہم نے قربانیاں کیں۔تو ہم گائے میں سات حصہ دار بنے اور اونٹ میں دس آدمی۔(نسائی)

تکبیرات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ذوالحجہ سے تیرھویں تاریخ تک تکبیرات کہنے کا حکم دیا ہے۔آدمی ہر وقت بھی پڑھ سکتا ہے تاہم ہر نماز کے بعد تکبیرات ضرور پڑھنی چاہئیں۔(بحوالہ خطبات اسلامی جلد۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمعیل علیہ السلام کی خبر گیری کے لئے آیا کرتے تھے

((فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ إِلَيْهِ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ قَالَ فَهَلْ

أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ وَأَثْنَتْ عَلَى اللَّهِ فَقَالَ مَا طَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ قَالَ فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ)) [رواه البخاری: باب و اتخذ الله ابراهیم خلیلا]

”حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بہو بچے کو دیکھنے آئے۔ اسمٰعیل علیہ السلام اس وقت گھر میں نہ تھے انہوں نے ان کی بی بی سے پوچھا۔ اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ اس نے کہا روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام پوچھا تمہاری گزران کیسے ہوتی ہے، معاش کا کیا حال ہے؟ بہت بری، بڑی تنگی کی گزران ہے۔ ان سے خوب شکایت کی ابراہیم علیہ السلام نے کہا جب تمھارا خاوند آئے تو میری طرف سے ان کو سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ ابراہیم یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ جب اسمٰعیل علیہ السلام گھر میں آئے تو اپنے باپ کی خوشبو پائی، بی بی سے پوچھا کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں! ایک بوڑھا ایسی ایسی شکل کا آیا تھا۔ اس

نے آپ کے بارے میں پوچھا میں نے کہہ دیا۔ وہ روزی کی تلاش میں گئے ہیں، پھر مجھ سے پوچھا تمہاری گزران کس طرح ہوتی ہے؟ میں نے کہا بڑی تکلیف اور تنگی سے۔ اسماعیل علیہ السلام نے کہا اور بھی کچھ انہوں نے فرمایا۔ اس نے کہا ہاں آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل ڈالو! اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا وہ میرے والد تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا میں تجھ کو چھوڑ دوں۔ اب تو اپنے گھر والوں میں چلی جا۔ اسماعیل علیہ السلام نے اس کو طلاق دے دی۔ اسماعیل علیہ السلام نے جرہم کی ایک دوسری عورت سے نکاح کر لیا۔ پھر اللہ کو جتنے دنوں کے لئے منظور تھا ابراہیم علیہ السلام اپنے ملک میں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد پھر آئے تو پھر اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہ ملے۔ تو بہو کے پاس آئے اور پوچھا! اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ اس نے کہاں روٹی کمانے کے لئے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تمہارا کیا حال ہے؟ زندگی کیونکر گزرتی ہے، اچھی تو رہتی ہو؟ اس نے کہا اللہ کا شکر ہے، ہم خیر وخوبی کے ساتھ گزران کر رہے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم کھاتے کیا ہو؟ اس نے کہا گوشت، پوچھا پیتے کیا ہو؟ اس نے کہا، پانی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی، یا اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دنوں مکہ میں اناج کا نام نہ تھا۔ تو ابراہیم علیہ السلام اس میں بھی برکت کی دعا کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خاصیت اللہ نے مکہ ہی میں رکھی ہے اگر دوسرے ملک والے صرف گوشت اور پانی پر گزران کریں تو بیمار ہو جائیں۔"

ابراہیم علیہ السلام نے کہا چوکھٹ کی حفاظت کرنا

((قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ قَالَ فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ أَبِي وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ))[رواہ البخاری:باب واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا]

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (اپنی بہو سے) کہا جب تمہارے خاوند آئیں تو میری طرف سے ان کو سلام کہنا، اور یہ کہنا کہ یہ چوکھٹ بہت عمدہ ہے، اس کو حفاظت سے رکھو! (ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ کر روانہ ہو گئے۔ جب اسمٰعیل علیہ السلام گھر میں آئے تو باپ کی بھنک پا کر اپنی بی بی سے پوچھا۔کوئی آیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں ایک خوبصورت بوڑھے سے صاحب آئے تھے۔ابراہیم کی بہت تعریف کی، آپ کا پوچھتے تھے۔میں نے کہہ دیا (وہ باہر گئے ہیں) انہوں نے مجھ سے پوچھا تمہاری گزران کیسے ہوتی ہے؟ میں نے کہا بہت اچھی ہے۔اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا اور بھی کچھ فرمایا، اس نے کہا ہاں آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے آپ کے دروازے کی چوکھٹ بہت عمدہ ہے۔اس کو حفاظت سے رکھنا، تب اسماعیل علیہ السلام نے کہا وہ میرے والد تھے۔اور انہوں نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو اپنی زوجیت میں رہنے دوں۔'' (البخاری کتاب الانبیاء)

تاریخ کعبۃ اللہ

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾[آل عمران :۹٦]

''بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کیلئے تعمیر ہوئی۔ وہ مکہ میں ہے اس کو خیر و برکت دی گئی ہے اور تمام جہانوں کیلئے ہدایت ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری شرح جامع صحیح بخاری میں ایک روایت ذکر کی ہے جس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ بیت اللہ کی سب سے پہلی اساس حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں رکھی گئی اور اللہ کے فرشتوں نے ان کو اس جگہ کی نشاندہی کی پھر طوفان نوح علیہ السلام اور ہزاروں سال کے حوادث نے اس کو بے نشان کر دیا تھا۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

البتہ کچھ آثار باقی تھے جیسا کہ آپ چند سطور کے بعد صحیح بخاری کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہی وہ مقام بنیاد ہے جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾[الحج: ۲۷]

''آپ لوگوں میں حج کا عام اعلان کر دیجیے کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقامات سے پیدل اور چھریرے بدن کے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں۔''

اور یہی وہ جگہ ہے جس کا ذکر حضرت خلیل علیہ السلام نے ہاجرہ علیہا السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو یہاں چھوڑتے وقت کہا تھا۔

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ [ابراهيم:٣٧]

''اے ہمارے رب! میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر پاس لا بسایا ہے۔''

جیسا کہ ہم نے ابتدائے کتاب میں ذکر کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ دین حنیف کیلئے اردن، شام اور حجاز مقدس کو پیغام حق کا مرکز قرار دیا تھا۔ اور گاہے گاہے ان مراکز کا دورہ کرتے اور ہدایات وارشادات فرماتے رہتے تھے۔ اس طرح آپ حسب معمول بحکم خداوندی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور جناب اسماعیل علیہ السلام کی خبر گیری کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اسی اثناء میں تعمیر کعبہ کا حکم ہوا جیسا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے بخاری میں تفصیل موجود ہے۔

((ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمَاعِيلُ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِينُنِي قَالَ وَأُعِينُكَ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَا هُنَا بَيْتًا وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ

جَـاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ))[رواه البخاری:باب و اتخذ الله ابراهيم خليلا]

''پھر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ملک (فلسطین) میں ٹھہرے رہے اس کے بعد جب اسماعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو اسماعیل علیہ السلام زمزم کے پاس ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تیر ٹھیک کر رہے تھے۔ جب اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد مکرم و محترم کو دیکھا تو اٹھ کر استقبال کیا چنانچہ دونوں اس طرح ملے جس طرح باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے ملتا ہے۔ پھر فرمانے لگے بیٹا اسماعیل (علیہ السلام) مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس اونچی جگہ پر بیت اللہ کو تعمیر کروں (اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی میں حاضر خدمت ہوں۔)''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا اسی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے بنیادیں اٹھائیں۔

اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے جارہے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرمارہے تھے۔ جب دیواریں اونچی ہوگئیں (جس کو مقام ابراہیم علیہ السلام کہا جاتا ہے) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر چڑھ کر کعبہ کی تکمیل و تعمیر فرمائی اور اسماعیل علیہ السلام معاونت کرتے رہے اس پورے واقعہ کو قرآن مجید نے یوں ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾[البقرہ: ۱۲۷]

''اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہ السلام) گھر (بیت اللہ) کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔ (تو دعا کرتے جاتے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے تو سب کی سننے اور جاننے والا ہے۔''

مقام ابراہیم علیہ السلام

یہ وہی پتھر ہے جس کا تذکرہ ابھی آپ نے نبی مکرم ﷺ کی زبان بابرکات سے سنا۔ ایک دفعہ دوران حج حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا کیا یہ وہی پتھر ہے جس کو قرآن مجید نے مقام ابراہیم علیہ السلام کہا ہے پیغمبر اسلام ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ ہاں! یہی مقام ابراہیم علیہ السلام ہے تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کاش ہم اس کو قبلہ قرار دے لیں۔ چند لمحے بعد یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (ابن کثیر)

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾[البقرہ: ۱۲۵]

''اے لوگو! مقام ابراہیم (علیہ السلام) کو مستقل جائے نماز بنالو۔''

فضائل مکہ مکرمہ

یہ وادی قدس جلالت وعظمت رفعت و بلندی اور علومرتبت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہ دنیا و جہاں کی تمام بستیوں، قصبوں اور شہروں میں نرالی حیثیت کی حامل ہے یہ ایسی نگری ہے جس میں داخل ہونے والے کو قرار اور سکون میسر ہوتا ہے اس کی ہواؤں اور فضاؤں میں خالق کائنات نے طمانیت قلب کیلئے وہ سامان پیدا فرمایا ہے جو دنیا میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ اس کا بار بار تذکرہ کیا گیا۔

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾[آل عمران:۹۶]

''یقیناً لوگوں کیلئے پہلی عبادت گاہ مکہ مکرمہ میں بنائی گئی، اس میں بڑی برکت دی گئی اور اس کو ہدایت کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔''

یہی شہر مقدس ہے جس کی رب ذوالجلال نے قسمیں اٹھائی ہیں۔

﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾

"قسم ہے انجیر اور زیتون اور طور سینا کی اور اس پرامن شہر (مکہ) کی۔"

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے مختلف موقعوں پر اس شہر محترم کی عزت وحرمت اور تکریم و تعظیم بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ قیامت تک کیلئے میں اس شہر کی سرزمین اور گلی کوچوں کو جائے امن قرار دیتا ہوں اور کسی کو حق نہ ہوگا کہ وہ اس کے احترام واکرام میں خلل اندازی کرے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا فَإِنَّ هٰذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا قَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ قَالَ قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ))

[رواه البخاری :باب لا يحل القتال بمكة]

"ابن عباسؓ کہتے ہیں فتح مکہ کے روز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اب ہجرت کا حکم نہیں ہے۔ لیکن جہاد اور نیت ضرور ہے۔ جب تمہیں جہاد کیلئے کہا جائے تو چل نکلو اور فتح مکہ کے دن ہی آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا اس شہر مکہ کو خدا نے اسی دن سے محترم بنایا ہے جب سے زمین آسمان کو پیدا کیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس ادب واحترام قیامت تک کیلئے

واجب ہے۔ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو یہاں قتال کی اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف تھوڑے وقت کیلئے اجازت ملی تھی۔ اب وہ وقت گزر جانے کے بعد قیامت تک کیلئے یہاں جنگ وجدال یا کوئی ایسی حرکت جس سے حرم کی بے حرمتی ہوئی ہو، جائز نہیں۔ اس مخصوص علاقہ کے خاردار درخت بھی نہ کاٹے جائیں۔ یہاں کے شکار کیے جانے والے جانور کو بھی پریشان نہ کیا جائے۔ کوئی گری چیز کو نہ اٹھائے سوائے اس کے جو اس کے مالک کو جانتا ہو۔ (یا ذمہ دار کے حوالے کرنے کیلئے) یہاں کی گھاس بھی نہ اکھاڑی جائے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے کہ آپ اذخر گھاس کی اجازت دیں کیونکہ یہاں کی صنعت اور گھروں میں کام آتی ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھاس کو مستثنیٰ قرار دیا۔"

یہاں ہتھیار اٹھانا ممنوع ہے

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ))

[رواہ مسلم:باب النهي عن حمل السلاح بمكة......الخ]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کسی مسلم کیلئے جائز نہیں کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے۔"

ساری دنیا میں محبوب بستی

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَّةَ مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ مَا

سَكَنْتُ غَيْرَكِ))[رواه الترمذی:باب فی فضل مكة]

''ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تو کس قدر پاکیزہ اور دل پسند شہر ہے اور تو مجھے کتنا عزیز ہے۔ اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تجھے چھوڑ کر کسی بستی میں رہنے کے لیے تیار نہ تھا۔''

کعبۃ اللہ کی عظمت وفضیلت

اس جہان رنگ و بو میں بے شمار عمارات ومحلات خوبصورت سے خوبصورت ترین موجود ہیں۔ جن کے حسن و جمال میں اضافہ کرنے کیلئے لاکھوں کروڑوں اربوں روپے لگائے گئے اور خرچ کیے جارہے ہیں۔ ان کو دیکھو تو عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ لیکن کوئی ایسی جگہ یا عمارت نہیں جس کے دیدار کو اہل جہاں کیلئے لازم قرار دیا گیا ہے اور جس کیلئے اتنی دنیا کے دل تڑپتے ہوں۔ یہ اکرام ومقام صرف ایک عمارت کو نصیب ہوا جس کو عام پتھروں سے اٹھایا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کو بیت اللہ قرار دیا۔ یعنی اللہ کا گھر اور اس کی زیارت کو تمام اہل ثروت وہمت پر لازم قرار دیا۔

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾[آل عمران: ۹۷]

''لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جس کو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے (تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے) کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم حج کس پر ضروری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا يُوجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ))

[رواه الترمذی:باب ماجاء فی ایجاب الحج بالزاد]

''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے۔ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حج کس چیز کے ہوتے ہوئے فرض ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا سامان سفر اور سواری۔''

جو استعداد رکھنے کے باوجود زیارت کعبہ (حج) نہیں کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں بڑی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

((فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا))

[رواه الترمذی:باب ما جاء فی التغلیظ......الخ]

''جو بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت کے باوجود حج نہیں کرتا وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی (ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں) اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی۔اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہیں۔''



مرکز ملت اسلامیہ

اسے قبلہ بنا کر ملت اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا گیا ہے تاکہ جس طرح ان کے احساسات وجذبات کا رخ ایک ہی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اسی طرح ان ا جسمانی زاویہ بھی ایک ہی رخ اختیار کرے تاکہ ملت کی مرکزیت قائم رہ سکے۔

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾[آل عمران: ۹۶]

''یقیناً لوگوں کیلئے جو پہلا گھر بنایا گیا وہ مکہ میں ہے۔اس میں اہل جہان کیلئے برکت اور ذریعہ رہنمائی ہے۔''

﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾[آل عمران: ۹۷]

''اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا۔''

کعبۃ اللہ کی برکت

جو اس گھر میں داخل ہوا نا صرف وہی امن والا ہوا بلکہ اس گھر کی بدولت پورا علاقہ امن وسلامتی کا گہوارہ قرار پایا اور اس کے رہائشیوں کیلئے ہر چیز کو بابرکت بنا دیا۔

﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ○ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ○ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ○ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ○﴾

[قریش: ۱ تا ۴]

''چونکہ قریش مانوس ہوئے (یعنی سردی اور گرمی کے سفروں سے مانوس) لہٰذا ان کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔''

اس گھر کی زیارت سے مومنوں کے قلوب واذھان منور ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی نیکیوں میں بیش بہا اضافہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے یہاں ایک نماز پڑھی اس کو ایک لاکھ نماز کا ثواب ملے گا۔

تکمیل کعبۃ اللہ کے بعد ذمہ داریاں

کعبے کو صاف ستھرا رکھا جائے:

﴿ وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴾[البقرہ: ۱۲۵]

''ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو تاکید کی کہ میرے گھر کو طواف و اعتکاف اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔''

پاک صاف رکھنے کا صرف یہی معنی نہیں کہ اس کو کوڑے کرکٹ سے پاک صاف رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ ہی اصل صفائی تو یہ ہے کہ اس کو شرک کی گندگی سے محفوظ رکھا جائے جیسا کہ قرآن مجید کے دوسرے مقام میں واضح ارشاد موجود ہے کہ مشرک کو حرم میں داخل نہ ہونے دیا جائے کیونکہ مشرک روحانی طور پر گندہ اور پلید ہوتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ ﴾[التوبۃ: ۲۸]

''اے ایمان لانے والو! مشرکین ناپاک ہیں اس سال کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائیں۔''

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾

[التوبہ: ۱۷]

''مشرکین کو کوئی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کے مجاور اور خادم بنیں درآں حالیکہ وہ اپنے اوپر خود کفر کی شہادت دے رہے ہیں۔ ان کے تو سارے اعمال ضائع ہوں گے اور جہنم میں ان کو ہمیشہ رہنا ہوگا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی خدایا مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھنا۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ○رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ﴾

[ابراھیم: ۳۵'۳۶]

''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے رب کے حضور دعا کی کہ پروردگار اس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ یارب اس لیے کہ ان بتوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔''

اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا تو تمام بتوں کو مسمار کر دیا اور کعبے میں داخل ہو کر ان تصویروں کو مٹایا جو مشرکین نے دیواروں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی بنا رکھی تھیں۔



تعمیر کعبہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی اے اللہ اس شہر کو امن والا بنا اور اس کے رہائشیوں کو پھلوں کا رزق دینا۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾[البقرہ :۱۲۶]

''ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب! اس شہر کو امن والا شہر بنا دے اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور آخرت کو مانیں انہیں ہر قسم کے پھلوں کا رزق دینا۔ جواباً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو نہ مانے گا دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان تو میں اسے بھی دوں گا مگر آخر کار اسے عذاب جہنم کی طرف گھسیٹوں گا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔''

اے ہمارے رب! ہمیں اپنا مطیع وفرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مطیع اور ہمیں حج کے طریقے بتا اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ تو بڑا معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے۔

خدایا ان میں سے رسول منتخب فرما

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[البقرہ :۱۲۹]

''اے ہمارے پروردگا! ان میں سے ایسا رسول بھیج جو انہی میں سے ہو،

جو انہیں تیری آیات سنائے ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوار دے تو بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔"

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ○ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○﴾

[ابراھیم: ۳۵-۳۶]

"(یاد کرو وہ وقت) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ پروردگار اس شہر کو امن والا شہر بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائے رکھنا۔ پروردگار! ان بتوں (کی وجہ سے) بہت سے لوگ گمراہ ہوئے ہیں"



الٰہی لوگوں کو ان کا مشتاق بنادے

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝﴾

[ابراھیم: ۳۷ تا ۳۹]

''ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے اے اللہ! یہ میں نے اس لیے بسایا ہے تاکہ یہ لوگ نماز قائم کریں۔ لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا دے اور انہیں پھل کھانے کو دے شاید یہ شکر گزار ہو جائیں۔ پروردگار تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں نہ زمین میں نہ آسمانوں میں۔ شکر اس خدا کا جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) جیسے بیٹے عطا کیے، حقیقت یہ ہے کہ میرا رب ضرور دعا سنتا ہے۔''

میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نمازی بنا

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ﴾

[ابراھیم: ۴۰]

''میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا بنا ،اور میری اولاد سے بھی (نمازی بنا) اللہ میری دعا قبول فرما۔''

مالک، قیامت کے روز سب مومنوں کو معاف فرما دینا

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾

[ابراھیم:۴۱]

''پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو احتساب کے دن معاف فرما دینا۔''

خدایا دعاؤں کو قبول فرما

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [البقرہ: ۱۲۷]

''اے پروردگار! ہم سے سب کچھ قبول فرما۔ یقیناً تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اعلان حج

جب حضرت خلیل علیہ السلام تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے اور رب جلیل کے حضور اپنی مناجات پیش کر لیں تو حکم ہوا اے ابراہیم علیہ السلام پہاڑ کے اوپر چڑھ جاؤ اور چاروں طرف اعلان کرو کہ اے لوگو! تمہارے رب کا گھر تیار ہو چکا ہے اس لیے اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے حاضر ہو جاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام عرض کرنے لگے۔ اے اللہ! میں کمزور ہوں۔ میری آواز ساری دنیا میں کس طرح پہنچے گی۔ حکم ہوا اے ابراہیم! تیرا کام آواز دینا ہے ہمارا کام پہنچانا ہے۔ (عليك الاذن و علينا البلاغ) علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا آپ نے ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی باقی تمام پہاڑ جھک

گئے اور آپ کی آواز دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچی یہاں تک کے جن لوگوں کے مقدر میں حج تھا اور ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی آواز ان کی ماؤں کے رحم تک پہنچا دی۔ (واللہ اعلم)

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ○ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ○ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ○﴾ [الحج: ۲۷تا۲۹]

"اور لوگوں کو حج کے لئے اعلان عام کر دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں۔ تاکہ وہ فائدے پائیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور مقرر دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں۔ خود بھی کھائیں اور تنگ دست اور محتاج کو بھی دیں۔ پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔"

مذکورہ آیات سے اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا "و ارنا مناسکنا " (ہمارے رب ہمیں حج کے احکامات بتلا دیجئے گا) سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا میں باقاعدہ اور باضابطہ پہلا حج جناب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے کیا ہے۔ اس لحاظ سے دنیا میں پہلے حاجی جناب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

فرضیتِ حج

حج چند معین اور مقررہ ایام میں اللہ کے دیوانوں اور پروانوں کی طرح اس کے دربار کی حاضری دینے کا نام ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضری کے آداب بتلائے اور

کر کے دکھلائے۔ یہ حاضری ہر اس شخص پر واجب ہے جو وہاں پہنچنے کی استعداد رکھتا ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾

[آل عمران: ۹۷]

''اور اللہ ہی کے لیے حج کرنا فرض ہے ہر اس شخص پر جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔''

یہی بات نبی ﷺ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمائی کہ حج فرض ہے ہر اس آدمی پر۔

((مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللّٰهِ))

[رواه الترمذی:باب ما جاء فی التغليظ فی ترك الحج]

''جو زاد راہ اور سواری کا اختیار رکھتا ہو جن کے ذریعے بیت اللہ پہنچ جائے۔(بشرطیکہ بیماری یا کوئی اور شرعی عذر نہ ہو)۔''

فضیلت حج

نبی اکرم ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ کونسا عمل افضل واعلیٰ ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ فَقَالَ إِيمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُورٌ))

[رواه البخاری:باب من قال ان الايمان هو العمل]

''جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کونسا عمل افضل ہے؟ ارشاد ہوا اللہ اور اس کی رسول پر ایمان لانا،

پوچھنے والے نے پوچھا اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟ تو ارشاد فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اس نے عرض کیا جہاد کے بعد پھر آپ نے ارشاد فرمایا حج مبرور (ایسا حج جو اللہ) کی رضا کے لئے اور سنت کے مطابق کیا جائے۔یعنی جس میں فسق وفجور نہ ہو۔"

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے اللہ کے نبی ﷺ نے مزید فضیلت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

((مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))

[رواه البخاری:باب فضل الحج المبرور]

"جس نے حج کیا شہوانی اور فحش امور سے بچا رہا۔ وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو گیا جسے آج ہی اس کی والدہ نے اس کو جنم دیا۔"

میقات

جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے اس جگہ کو میقات کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حاضری اور حج کے کچھ آداب مقرر کیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بیت اللہ میں حاضری دینے والے اپنے روزمرہ کے لباس میں آنے کی بجائے فقیرانہ لباس میں حاضر ہوں جو کفن سے مشابہت رکھتا ہے جو کہ موت کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

پھر رب کریم کا کرم کہ اس نے انسانوں کی کمزوریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی بجائے میقات یعنی حدود حرم مقرر فرمائے تاکہ یہاں پہنچ کر زائر روزمرہ کا لباس اتار کر دو چادروں میں اپنے آپ کو لپیٹ لے۔

احرام اور تلبیہ

مقام میقات پر پہنچنے کے بعد جب غسل کر کے احرام باندھ لیا تو اب حکم ہوا اپنی حاضری لگوائیں اسی لیے حج کرنے والا فوراً بلند آواز سے پکارتا ہے۔

((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ))[رواه البخاری:باب التلبية]

''اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ الٰہی میں حاضر ہو گیا۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ یقیناً حمد اور نعمت تیرے لیے ہیں۔ زمین و آسمان میں تیرا کوئی ہمسر نہیں۔''

یہ کلمات نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز سے کہنے کا حکم دیا ہے اور یہ (تلبیہ) کہتے ہوئے حاجی اپنی عاجزی' بے چارگی' بے حیثیتی اور درماندگی کا اقرار اور اظہار کرتے ہوئے میقات سے آگے قدم بڑھاتا ہے۔ یہیں سے وہ تمام پابندیاں شروع ہو جاتی ہیں جو محرم کے لئے ضروری ہیں۔

کعبہ میں داخلہ

مذکورہ اہتمام اور احترام کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے والا کعبہ مکرمہ میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوتا ہے۔

((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

[رواه البخاری:باب ما يقول اذا دخل المسجد]

''الٰہی! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

طوافِ کعبہ

طوافِ کعبہ حجر اسود کو چوم کر (استلام) شروع کیا جاتا ہے اسی طرح ہر دفعہ چوم (یا چھو) کر سات چکر پورے کرنے کو طواف کہتے ہیں۔ یاد رہے زیارت کعبہ کے پہلے طواف میں رمل (پہلے تین چکروں میں مٹک مٹک کر ہلکی سی پر وقار دوڑ ہونی چاہیے) کا اہتمام ضروری ہے۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ مَشٰى عَلٰى يَمِيْنِهِ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشٰى أَرْبَعًا)) [رواه مسلم: باب ما جاء ان عرفة كل موقف]

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کعبہ) میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اس کا استلام (یعنی اسے بوسہ دیا) کیا۔ پھر آپ نے دائیں طرف سے کعبہ کا طواف شروع فرمایا۔ جس میں پہلے تین چکروں میں رمل فرمایا اور باقی چار چکروں میں عام رفتار کے ساتھ چلے۔“

طواف میں ذکر اور دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رکن یمانی پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہیں جو یہ دعا کرنے والے کے ساتھ آمین کہتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ))

[رواه ابن ماجة: باب فضل الطواف]

”الٰہی! میں آپ سے دنیا و آخرت میں معافی اور عافیت چاہتا ہوں۔

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عنایت فرمائیں اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

مقامِ ابراہیم علیہ السلام

نبی کائنات علیہ السلام طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف تشریف لائے جو کہ بیت اللہ سے تقریباً پانچ چھ گز کے فاصلے پر ہے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمانے کے بعد دو نفل ادا کیے۔ وَاتَّخِذُوا مِنْ مُقَامِ اِبْرَاهِیمَ مُصَلًّی .

زمزم

نماز نفل پڑھنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب سیر ہو کر زمزم پیا اور سر مبارک پر بہایا۔ اس کے بعد صفا و مروہ کی طرف پلٹے۔

سعی صفا و مروہ

یہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی اور حکم دیا کہ سعی (دوڑ) کی ابتداء صفا کی طرف سے کی جائے کیوں کہ رب کائنات نے اسی ترتیب کا تذکرہ فرمایا ہے۔

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾[البقرہ:۱۵۸]

((أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ))[رواہ مسلم:باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

"میں بھی اسی سے شروع کرتا ہوں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلا کیا ہے۔"

ابن ماجہ کی روایت کے مطابق صفا اور مروہ پر قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا مانگنے کا بھی ذکر ہے اور ساتھ ہی یہ بھر ذکر موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بین السعی صرف دونوں پہاڑیوں کے درمیان نشیبی جگہ پر دوڑتے دوسرے مقام پر عام معمول کے مطابق چلتے۔ اسی طرح

آپ ﷺ نے مروہ پر سات چکر پورے فرمائے۔

یاد رہے! بعض لوگ بے علمی کی بناء پر صفا سے لے کر واپسی صفا تک ایک چکر شمار کرتے ہیں حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے صفا سے مروہ تک ایک چکر اور مروہ سے صفا تک دوسرا چکر شمار فرمایا ہے۔ اس طرح ساتواں چکر مروہ پر پورا ہوتا ہے یہاں قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا کرنا بھی مسنون ہے۔

حجامت

سعی بین الصفاء والمروہ کے بعد حجامت کروائے اور احرام اتار دے اٹھویں ذوالحجہ صبح کی نماز کے بعد حج کے لیے احرام باندھ لے۔

حج کی ابتداء

آٹھویں ذوالحجہ کو طواف کیے بغیر نبی اکرم ﷺ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم بمع اہل مکہ اور نبی اکرم ﷺ نے پانچ نمازیں قصر کر کے پڑھیں۔

میدان عرفات

نویں ذوالحجہ کی صبح سورج نکلنے کے بعد آپ سوئی عرفات روانہ ہوئے۔ وہاں آپ ﷺ نے ایک خیمہ میں قیام فرمایا۔ بعد از زوال آپ ﷺ نے اپنی سواری پر تشریف فرما ہو کر تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لیے بہترین چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔

﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدہ: ۳]

''آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے ہیں۔ پس تم ان سے ڈرنے کی بجائے مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور میں نے پورا کر دیا تم پر اپنی نعمت کو اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔''

جمع بین الصلوتین

خطبہ کے بعد موذن اسلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور غیر کسی نوافل کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ظہر اور پھر ساتھ ہی نماز عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔

وقوف عرفات کے وقت دعا

نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان کے پاس کھڑے ہو کر شام تک نہایت عاجزی وانکساری سے دعائیں کرتے رہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا۔ یہ وقت اور مقام دعا ہے جہاں شام تک دعائیں کرنی چاہئیں۔ آج کے دن شیطان بہت ذلیل وخوار ہوتا ہے کیونکہ آج کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اس لئے وقوف عرفات حج کا دوسرا نام ہے۔

جبل رحمت

میدان عرفات میں جبل رحمت ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر شام تک دعائیں مانگنا بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔

مزدلفہ میں قیام

غروب آفتاب کے بعد آپ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اونٹنی پر بٹھایا اور اونٹنی کی نکیل مضبوطی کے ساتھ تھامے ہوئے چل رہے تھے کیونکہ لوگوں کے ہجوم سے ایک اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا۔ ساتھ ہی کوڑے سے اشارہ کرتے ہوئے لوگوں کو فرمایا:

((السَّکِینَةَ أَیُّهَا النَّاسُ السَّکِینَةَ أَیُّهَا النَّاسُ))[مسند احمد: ۴۹۴]

''اے لوگو! سکونت کے ساتھ چلو''

تھوڑی دیر بعد آپ مزدلفہ پہنچ گئے۔ یہاں آپ نے اذان کے بعد پہلے مغرب اور پھر عشاء پڑھائی۔ یہاں بھی فرضوں کے علاوہ سنت ونفل ادا نہیں کیے۔

مزدلفہ میں رات گزارنا

نماز عشاء کے بعد آپ ﷺ لیٹ گئے۔ صبح تک آرام فرمایا۔ عادت مبارکہ کے خلاف رات کو نماز تہجد کے لئے نہیں اٹھے۔ صبح نماز پڑھانے کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر اذکار کرتے رہے۔ بعد ازاں سواری پر سوار ہوئے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو ساتھ بٹھایا۔ دوران سفر مختلف حضرت مختلف مسائل پوچھتے رہے۔ (مسلم)

رمی

مزدلفہ سے منیٰ کی طرف آتے ہوئے آپ نے کنکریاں لینے کا حکم فرمایا۔ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے کنکریاں چن دیں۔

واپس منیٰ میں قیام

واپس منیٰ میں پہنچ کر چار کام کرنے مناسک حج میں سے ہیں۔

۱۔ بڑے شیطان (جمرہ عقبہ) کو سات کنکریاں مارنا اور ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہنا۔

۲۔ قربانی کرنا۔

۳۔ سر منڈانا۔

۴۔ طواف کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد واپس آکر منیٰ میں قیام کرنا۔

کنکریاں مارنے' قربانی' حجامت اور طواف افاضہ کی ترتیب میں اگر کسی وجہ سے تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں (ابن ماجہ)

منی میں تین دن قیام

دسویں ذوالحجہ کے چار و مناسک سے فارغ ہونے کے بعد یہاں قیام کرنا ضروری ہے۔ ساتھ ہی احرام اتار کر عام لباس پہن لینا چاہیے۔ تیرھویں ذوالحجہ تک نماز اور رمی کے ساتھ ذکر واذکار ضروری ہیں۔

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾[البقرہ: ۲۰۳]

''ان چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو جو شخص منیٰ میں دو دن قیام کرے اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تین روز (تیرھویں ذوالحجہ) تک قیام کرے اس پر کوئی گناہ نہیں' یہ اللہ سے ڈرنے والے کے لیے ہے اللہ سے ڈرو اور جان لو تم یقیناً اس کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔''

اب تلبیہ کی بجائے کثرت سے تکبیرات کہنی چاہئیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد



جدِ انبیاء کا انتقال

جب جدِّ انبیاء کی عمر مبارک ۱۷۵ سال کی ہوئی تو آپ نے نہایت ہی کمزوری اور ضعف کی حالت میں انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

آپ علیہ السلام کو آپ کی رفیقہ حیات حضرت سارہ کے ساتھ مکفیلہ کے علاقے میں پہاڑ کے دامن میں دفن کیا گیا آپ کی تجہیز و تکفین میں آپ کے عظیم بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسمعیل علیہ السلام برابر شریک رہے۔ (توراۃ۔ کتاب پیدائش)

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ [آل عمران: ۱۸۵]

''ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے۔''

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾

[الانبیاء: ۳۴]

''اے نبی گرامی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ سے قبل کسی بشر کو بھی ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں بھیجا۔ کیا آپ فوت ہو جائیں گے تو یہ (کافر) ہمیشہ رہیں گے؟''

رہے نام اللہ کا باقی

آہ آج وہ عظیم المرتبت شخصیت گرامی دنیا سے رخصت ہو رہی ہے جس نے انسانیت کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے خوفناک تکالیف و مصائب کا سامنا کیا اور مشکلات کے پہاڑ کاٹتے ہوئے اپنے عظیم ترین مشن کو ایسا جاری فرمایا کہ رب العزت نے تمام انبیاء کرام علیہ السلام کے لئے بالخصوص سرورِ کونین اور آپ کی امت کو ہدایت فرمائی کہ آپ کی دینوی اور اخروی کامیابی کا راز خلیل خدا جدِ انبیاء علیہ السلام کی اتباع میں مضمر ہے اور طریقہ خلیل سے انحراف کرنا حماقت اور بے وقوفی کے مترادف ہوگا۔

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[النحل : ۱۲۳]

''پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی بھیجی کے یکسو ہو کر طریقہ ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرتے جاؤ اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾

[الممتحنة:۴]

''تمہیں ابراہیم (علیہ السلام) اور اس کے ساتھیوں کے بہترین طریقہ کو اپنانا چاہیے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت محمدیہ سے محبت

((عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقْرِءْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا قِيعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ)) [رواه الترمذي:باب ماجاء في فضل التسبيح]

''حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معراج کی رات مجھے ابراہیم علیہ السلام سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت علیہ السلام فرمانے لگے۔اے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو جا کر میرا اسلام پیش کرنا اور ان کی بتانا' جنت کی مٹی (زرخیز) اور پانی میٹھا ہے اور یہ سارا چٹیل میدان۔ اس کے گل وگلزار تو سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر ہیں۔ گویا کہ (اپنے اعمال سے شجر کار کریں گے) کون ہے؟ جو ابراہیم علیہ السلام کے

طریقے سے منہ پھیرے سوائے اس شخص کے کہ جس نے اپنے آپ کو حماقت و جہالت میں مبتلا کر لیا ہو۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام وہ ہیں جن کو ہم نے دنیا میں سرفراز کیا اور آخرت میں اس کو صالحین میں شمار کیا۔"

آپ علیہ السلام صاحب کتاب نبی تھے:

تورات اور انجیل میں آپ کے صحف اور تعلیم کا کوئی ذکر تک موجود نہیں مگر قرآن مجید نے دو مقام پر ان کے مصحف کا ذکر کیا ہے۔

﴿أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ o وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ﴾

[النجم:٣٦،٣٧]

"کیا اسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے صحیفوں میں تھی اور ابراہیم (علیہ السلام) نے تو وفا کا حق ادا کر دیا۔"

یہی بات صحیفہ ابراہیم علیہ السلام اور صحف موسیٰ میں بیان کی گئی ہے۔

﴿صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ﴾ [اعلیٰ:١٩]

"(یعنی) ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں۔"



حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان عربی تھی یا عبرانی

عام طور پر حضرت علیہ السلام کی زبان عبرانی لکھی اور بتائی جاتی ہے مگر علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے بڑے زوردار اور مدلل انداز سے ثابت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام سامی عربی میں بات چیت فرمایا کرتے تھے۔ گویا کہ آپ کی زبان عربی تھی۔

﴿قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الانعام: ۷۸، ۷۹]

''اے برادران قوم! میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف پھیر دیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں کا ساتھی نہیں ہوں۔''

﴿إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ﴾ [الممتحنة: ۴]

''انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا تھا۔ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ قوم اور حکومت وقت کو شرک سے باز رہنے اور توحید کو حرز جان بنانے کے لئے ایک دن نہیں بلکہ پوری زندگی کھپا دی اور واشگاف اعلان کرتے رہے۔

﴿وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ﴾ [الانعام: ۸۰]

”جب اس کی قوم اس سے جھگڑنے لگی تو اس نے قوم سے کہا۔ کیا تم لوگ اللہ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے راہِ راست دکھا دی ہے اور میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا۔ ہاں میرا جو رب چاہے وہ ضرور ہو جاتا ہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ پھر کیا تمہیں ہوش نہیں آئے گا۔“

﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[الأنعام: ٨٢]

”اور آخر میں تمہارے بنائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جب کہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں شریک کرتے ہوئے نہیں ڈرتے۔ جن کے حق میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہم دونوں میں سے کون زیادہ امن وسچائی کے راستے پر ہے۔ بتاؤ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو۔“

اور یہی بات حضرت ابراہیم، اسحاق، اسماعیل اور یعقوب علیہم السلام آخری دم تک کہتے چلے گئے۔

﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾

[البقرہ: ۱۳۳]

”پھر کیا تم اس وقت موجود تھے۔ جب یعقوب اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ اس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا۔ بچو! میرے بعد تم کس کی

عبادت کرو گے ان سب نے جواب دیا۔ ہم ایک ہی خدا کی بندگی کریں گے۔''

جسے آپ نے اور آپ کے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام نے خدا مانا اور

ہم اسی ایک خدا کے تابع دار رہیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ملت حنیف کی یوں تعریف فرمائی

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾ [یوسف: ۳۸]

''میں نے اپنے بزرگوں ابراہیم علیہ السلام اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائیں۔ درحقیقت ہم پر اور تمام انسانوں پر یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اپنے سوا کسی کا بندہ نہیں بنایا مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ملت حنیف کی وضاحت فرماتے ہیں۔

﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الانعام: ۱۶۲]

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان فرما دیں کہ میرے رب نے مجھے ٹھیک راستہ دکھا دیا ہے۔ بالکل صحیح دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں نہ تھے۔''

ہر حال میں اللہ سے تعلق رکھنے والا

حق و باطل کی آویزش میں ایسے مقامات بھی آتے ہیں کہ بعض اوقات اللہ کے نبی جو عزم و استقلال کے پیکر اور جرأت و مردانگی کے پہاڑ ہوتے ہیں۔ شدت امتحان سے پکار اٹھتے ہیں۔

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾[البقرہ: ۲۱۴]

”کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تم پر کچھ بھی نہیں گزرا جو تم سے پہلے ایمان داروں پر گزر چکا ہے۔ ان پر سختیاں اور مصیبتیں آئیں۔ ہلا دیئے گئے حتیٰ کہ وقت کے رسول اور ان کے ساتھی اہل ایمان یہ کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ ارشاد ہوا کہ گھبراؤ مت اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔“

اب ابراہیم علیہ السلام کی طرف دیکھیے باپ قوم، حکومت وقت سب مل کر آگ میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے تعلق اور رجوع کرنے والے ابراہیم علیہ السلام نہ گھبراتے ہیں اور نہ ہی بے حوصلہ ہوتے ہیں بلکہ ایک ہی وظیفہ کیے جا رہے ہیں۔ ”حسبی اللہ و نعم الوکیل“

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ﴾[ھود: ۷۵]

”بلاشبہ ابراہیم (علیہ السلام) بڑے حوصلے والا صاحب سوز دل اور ہر حالت میں ہماری طرف رجوع کرنے والا تھا۔“

صاحب قلب سلیم

﴿إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ [الصافات: ۸۴]

''جب وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم کے ساتھ آیا۔''

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحانی کیفیات کا اظہار کیا جارہا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام زبان اور عمل سے ہی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے شرک و بدعت، لغویات وخرافات سے کنارہ کش تھے۔ ان کا دل شرک وکفر اور سرکشی و نافرمانی سے پاک تھا۔ حتیٰ کہ رائی کے برابر بھی ان کے دل میں شک وشبہ اور کھوٹ نہ تھا۔ شیشے سے زیادہ صاف اور چاند سے زیادہ شفاف دل رکھنے والے تھے۔

حوصلہ مند، نرم دل اور مشفق تھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک اور مشرکین سے کمال بیزاری کے باوجود کمال درجہ کی نرمی اور شفقت اپنے قلب وجگر میں رکھتے تھے۔

صداقت ابراہیم علیہ السلام

قرآن مجید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صداقت کی شہادت ہی نہیں بلکہ ان کی صداقت کے تذکرے کا حکم دے رہا ہے۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا﴾ [مریم: ۴۱]

''اے نبی آپ اس کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا تذکرہ ضرور کریں کیونکہ وہ سچے نبی تھے۔''

مگر حدیث کی صحیح ترین کتاب بخاری اور دوسری کتب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ

الفاظ پائے جاتے ہیں۔ جس کی بناء پر صداقتِ ابراہیم علیہ السلام کو موضوع سخن بنایا گیا اور جس سے امتِ مسلمہ میں آج تک کئی نظریے پائے جاتے ہیں۔

امت کے اکثر اہل علم نے اس روایت کے ان الفاظ کو تعریض اور توریہ پر محمول کیا تاکہ حدیث کی اسناد پر اعتماد بحال رہے اور قرآن وسنت میں تعارض پیدا کیے بغیر خلیل خدا کی صداقت پر آنچ نہ آنے پائے بلکہ اس روایت سے بھی ان کی تائید و تصدیق ہو جائے۔ بعض علماء نے ان الفاظ لم یکذب ابراھیم الاثلاث کذبات کی حقیقی معنوں میں لیا ہے اور پھر اس کی وضاحت فرمائی ہے جو کہ عنقریب آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ اس کے ساتھ تو چند علماء ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹا کہنے کی بجائے راوی کو جھوٹا کہنا زیادہ آسان اور بہتر ہے۔ ظاہر ہے تمام علماء نے نیک نیتی اور حضرت خلیل خدا کی صداقت کی خاطر یہ انداز گفتگو اختیار فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اجتہاد کرنے والے کو دو میں سے ایک ثواب تو ضرور مل جائے گا۔ بشرطیکہ نیک نیت ہو کر یہ کام کیا گیا ہو۔

کذب کے معانی

عربی لغات کے لحاظ سے کذب کے کئی معنی ہیں اور کذب عربی گفتگو میں ان تمام معنوں میں مستعمل ہے۔

(قال الجوھر کذب قدیکون بمعنی و جوب وقال الفراء کذب علیك ای وجب)[تاج العروس،القاموس المحیط]

جیسا کہ عربی زبان میں کہا جاتا ہے۔

((کذب علیکم الحج والعمرۃ))[مصنف عبدالرزاق:ج۵۔ص۱۷۳]

''تم پر حج اور عمرہ ضروری ہے۔''

یہ لفظ غلطی اور خطا کے معنی میں بھی حدیث میں استعمال ہوا ہے۔ کذب ابومحمد' ابومحمد نے غلطی کی۔ یہ صحابی ہیں ان کا اصل نام مسعود بن زید ہے۔ اسی طرح تعریض کے مفہوم میں بھی کذب بولا جاتا ہے۔ یعنی متکلم عمومی معنی لینے کی بجائے حقیقی معنوں میں اس لفظ کا استعمال کرے تاکہ سامع کو اس کے مقصد کی پوری طرح سمجھ نہ آئے اسی کو توریہ کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ کذب صرف جھوٹ کے لئے ہی نہیں بلکہ عربی میں وجوب اور توریے کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کونسا معنی لیں۔ جس سے صداقت ابراہیم علیہ السلام کی تائید وحمایت بھی ہو اور قرآن، سنت میں تعارض بھی نہ ہونے پائے۔ نا کہ حدیث مبارکہ اور قرآن میں تعارض پیدا کر کے منکرین حدیث کی گمراہی کے لئے ایک بہانہ فراہم کر دیا جائے۔ ظاہر ہے بہتر اور افضل طریقہ تو یہی ہے کہ کذب کو توریہ کے مفہوم میں لیا جائے۔ جس کے لئے قرآن و سنت میں کافی مثالیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں موجود ہے۔ جناب یوسف نے جو کہ حاکم وقت بھی تھے اپنے بھائی کے سامان میں پیالہ رکھا۔

﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ﴾ [یوسف:۷۰]

''یوسف علیہ السلام ان بھائیوں کا سامان لدوانے لگا تو اس نے اپنے بھائی کے سامان میں پیالہ رکھ دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے پکارا اے قافلے والو تم لوگ تو چور ہو۔''

کیا خود پیالہ رکھ کر یا رکھوا کر دوسرے کو چور کہنا کذب اور الزام نہیں مگر یہ کام ذات

باری تعالیٰ کی اجازت سے ہوا تھا۔ لہٰذا آپ کو نعوذ باللہ کاذب کہنے کا تصور بھی کرنا گناہ ہے۔ چنانچہ ہمارا عقیدہ ہے جناب خلیل علیہ السلام نے بھی تینوں مقامات پر حکم الٰہی سے ایسا کیا تھا۔ اس لیے یہ روایت بھی ''انه كان صديقا نبيا'' کی تائید کر رہی ہے۔

اسی طرح دوران ہجرت جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا۔ یہ کون بزرگ ہیں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اگر توریہ نہ فرماتے جو کہ بظاہر حالت میں کذب معلوم ہوتا ہے تو بہت بڑا حادثہ پیش آ سکتا تھا۔ لہٰذا آپ نے سائل کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

((رَجُلٌ يَهْدِيْنِيْ اِلَى السَّبِيْلِ))[رواه البخاري:باب هجرة النبي صلی اللہ علیہ وسلم]

''یہ مجھے راستہ بتاتے ہیں۔''

سمجھنے والے نے دنیاوی راستہ مراد لیا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ظاہری راستے کا تاثر دیتے ہوئے آخری راستہ مراد لیا۔

یاد رہے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تیسرے آدمی کو ساحلی راستے کی رہنمائی کے لئے ساتھ لے گئے تھے۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو یہ فرمایا جس کی تائید نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سکوت سے فرما دی' ورنہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے صدیق رضی اللہ عنہ یہ تیری صداقت کے خلاف بات ہے جو کسی مومن کو زیب نہیں دیتی۔

دوسرا موقف

امام بغوی اور کچھ علماء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ حضرت کے ارشادات فی الحقیقت کذب ہیں۔ تعریض پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ تمام شریعتوں میں کذب ہر حال اور ہر مقام پر مذموم نہیں جیسا کہ شریعت محمد یہ جو اخلاق کا کامل اور اکمل نمونہ ہے۔ اس میں بھی کذب کو بعض مقامات پر جائز کیا گیا ہے۔ جیسا کہ

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((وَلَمْ أَسْمَعْ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ الْحَرْبُ وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا)) [رواه مسلم: تحريم الكذب وبيان المباح منه]

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین مقامات پر جھوٹ بولنا جائز حد تک کی اجازت فرمائی۔ کفار کے خلاف جہاد میں، لوگوں کی اصلاح کی خاطر اور خاوند اور بیوی کا باہم تعلقات درست رکھنے کے لئے جھوٹ بولنا۔''

امام بغوی اور دوسرے بزرگوں کا خیال ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تینوں مقامات پر کذب کی اجازت تھی۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کے ساتھ حالت جنگ میں تھے۔ جیسا کہ ان کا اعلان تھا۔

﴿إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾ [الممتحنة: ۴]

''انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا تھا۔ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کو پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں۔ تم نے ہم سے کفر کیا اور ہم تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے عداوت اور لڑائی ہے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔''

آپ پھر شریعت کے مذکورہ اصول اور ابراہیم علیہ السلام حالات کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

((لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي

ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلُهُ إِنِّي سَقِيمٌ وَقَوْلُهُ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا))

[رواه البخاری:باب قول الله تعالیٰ واتخذ الله ابراهيم خليلا]

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زندگی میں تین دفعہ بظاہر خلاف واقعہ بات کی، دو دفعہ ذات کبریا کے تحفظ کیلئے اور تیسری دفعہ عفت وعصمت کی حفاظت کی خاطر جو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔ (یعنی عفت کی حفاظت کی جائے)''

اس نقطہ نظر سے دوسرے فریق کا خیال ہے کہ ابرہیم علیہ السلام نے جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ رخصتی عمل کو اختیار فرمایا تھا جس طرح مجبوری کے عالم میں خنزیر کھانا جائز ہے اور کھانے والے کو حرام خور نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو عرف عام میں نہیں لینا چاہیے۔

تیسرا نظریہ

امام رازی اور ان کے قلیل ہم خیال حضرت مولانا آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ نقطہ نگاہ پیش کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹا کہنے کی بجائے (نعوذ باللہ) راوی کو جھوٹا کہنا زیادہ آسان ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جذباتی لحاظ سے یہ بات انسانی دماغ کو اپیل کرتی ہے۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ نبی کو کون جھوٹا کہتا ہے؟ حالانکہ تمام مکاتب فکر نبی کی صداقت کو موضوع گفتگو بنانا تو درکنا کوئی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ بات تو صرف حدیث اور قرآن مجید کے تعارض کو ختم کر کے بے شمار راویوں کو جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کی صداقت برقرار رکھتے ہوئے حدیث کی مقدس دستاویزات کے عدل وتعدیل کا بھی تحفظ کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ کل کلاں کوئی دوسرا شخص اس نقطہ نظر سے غلط فائدہ نہ اٹھائے۔ ان کے نظریے کی تائید اس لئے بھی ضروری ہے کہ بلا دلیل کسی کو عقل سلیم کا نام دے کر جھوٹا کہنا شرعاً اور اخلاقاً مناسب

نہیں اور بخاری و مسلم جس زمانے میں لکھی گئیں اس وقت سے لے کر آج تک کتب ہزاروں محدثین نے پڑھائی ہیں اور لاکھوں متعلمین نے پڑھی ہیں۔ امام نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، شوکانی، ابن تیمیہؒ، شاہ ولی اللہ اور بے شمار امت کے فقہا اور دانشوروں نے ان روایات کو پڑھا اور پڑھایا ہے۔ کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ راوی کے فہم کو دھوکا لگا یا اس روایت کی اسناد میں سقم یا کلام ہے۔ بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے راوی کو جھوٹا کہنے والے واجب الاحترام بزرگوں نے ذرا جذباتی اور آسان راستہ اختیار فرمایا ہے جو کہ نتائج کے لحاظ سے بہتر معلوم نہیں ہوتا۔

بہر حال یہ بات تو اپنی جگہ حقیقت رہے گی کہ ان بزرگوں نے عفت انبیاء کی خاطر یہ طریقہ تکلم اختیار فرمایا۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔

بتوں کو زیروز بر کرنا

جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قوم کو بتوں کے سامنے مراقبے مجاہدے اور تعظیماً جھکتے ہوئے اعتکاف کرتے اور پھر نذر و نیاز پیش کرتے ہوئے دیکھا تو استفسار فرمایا۔

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۝ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ۝ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝﴾ [الانبیاء: ۵۲ تا ۵۴]

”جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ یہ صورتیں کیسی ہیں؟ جن کے تم گرویدہ ہوئے جا رہے ہو، انہوں نے جواب دیا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔“

حلفیہ بیان

میں تمہاری غیر حاضری میں ان کو تہس نہس کر دوں گا۔ قوم اپنے مشاغل میں مصروف ہوگئی۔ آپ نے حسب اعلان

﴿فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ﴾[الانبیاء: ۵۸]

''ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا صرف بڑے کو چھوڑ دیا تا کہ وہ واپس آ کر اسی کی طرف رجوع کریں۔''

قوم واپس پلٹی تو دیکھتے ہی کہا

﴿قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾[الانبیاء:۵۹]

''کہنے لگے جس نے ہمارے خداؤں سے یہ کام کیا ہے۔یقیناً بڑا ظالم ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلان تو انہوں نے پہلے سے سن رکھا تھا لہٰذا فوراً کہنے لگے ایسا کام تو وہی جوان ہی کر سکتا ہے جسے ابراہیم علیہ السلام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

﴿قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ﴾[الانبیاء:۶۰]

''کہنے لگے ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو مخالفت کرتے سنا ہے۔''



حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا گیا

﴿قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلٰى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ○قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ○قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ﴾(الانبیاء: ٦١،٦٢]

"کہنے لگے اس کو پکڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کرو تا کہ لوگ گواہ ہو جائیں۔ انہوں نے پوچھا اے ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ آپ نے یہ سب کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہوسکتا ہے ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہو۔ پوچھو تو سہی اگر یہ بات کر سکتے ہیں۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً ایسا جواب دیا۔ جو کہ تبلیغی نقطہ نظر سے نہایت موثر تھا ورنہ کسی کو معلوم نہ تھا یہ تو حلفاً کہہ چکے ہیں کہ میں تمہارے معبودوں کا تیا پانچہ کروں گا۔

اسی انداز خطابت کا نتیجہ تھا کہ پوری مجلس میں ندامت کی وجہ سے گردنیں جھک گئیں۔ یہاں نہ جھوٹ بولنے کی گنجائش ہے اور نہ ہی خلیل خدا سے یہ توقع۔۔!

حضرت کی بیماری

قوم نے آپ کو تہوار (میلے) میں لے جانے کی کوشش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا۔

﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ○فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ﴾

[الصافات:٨٨،٨٩]

"پھر آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا میری طبیعت خراب ہے۔"

آپ کا یہ فرمان کہ میں بیمار ہوں، فی الواقع آپ کی طبیعت میں گرانی تھی۔ کون نہیں جانتا کہ ایک مصلح جب اپنا رزق حلال کمانے کے ساتھ بلا مفاد و معاوضہ قوم کی خیر خواہی اور خدمت سرانجام دیتا ہے۔ قوم اعتراض و انکار ہی نہیں بلکہ اس کے خلاف برسر پیکار ہوتی ہے۔ تو کیا مصلح کی طبیعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟ جب کہ نبی سے زیادہ کوئی مخلص، حساس اور مخلص نہیں ہوتا۔ پیغمبر کی طبیعت پر اس طوفان بدتمیزی کا بہت زیادہ اثر ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے اس وجدانی کیفیت کو یوں تذکرہ کیا ہے۔

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [الشعراء: ۳]

''یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ اپنے آپ کو ہلاک کرلیں گے؟''

اب اندازہ فرمائیے قوم کے فہم کا تصور سمجھا جائے یا حضرت پر کذب کا الزام لگایا جائے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

إِنَّكِ أُخْتِيْ: ''تو میری بہن ہے!''

یہ واقعہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ہجرت کے دوران پیش آیا جب آپ بمعہ رفیقہ حیات اس ظالم بدکار حکمران کی سرزمین سے گزر رہے تھے۔ پتہ چلا کہ یہ بدکار حکمران عورتوں کی عصمتوں کو لوٹتا ہے۔ یہاں تک کہ مسافروں پر دست درازی سے بھی باز نہیں آتا۔ اس کے مخبروں نے اطلاع دی۔ اس نے حضرت کو بلایا اور جناب سے حضرت سارہ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ میری بہن ہے۔ پھر حضرت نے سارہ کے پاس آ کر ساری صورت حال بیان فرمائی اور ساتھ ہی سارہ کو یہ تجویز بھی بتلا دی کہ میں نے بہن کہا آپ بھی یہی کہیں۔ کہیں میرے اور آپ کے بیانات میں فرق نہ آ جائے اور میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں۔

آپ کا جھوٹ سے زبردست اجتناب اور عفت وعصمت کی حفاظت کے سلسلے میں

فوری اقدام پر غور فرمائیں اور ساتھ ہی جناب سارہ رضی اللہ عنہا سے وضاحت فرما دی کہ آپ کو میں نے اس لحاظ سے بہن کہا ہے۔

((قَالَ يَا سَارَةُ لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ وَإِنَّ هٰذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي فَلَا تُكَذِّبِينِي)) [رواہ البخاری:باب واتخذ الله ابراهيم خليلا]

''(آپ واپس حضرت سارہ کے پاس تشریف لائے اور) فرمایا اس سرزمین پر میرے اور آپ کے سوا کوئی مومن نہیں، لہٰذا میں نے اس بناء پر بادشاہ کے سامنے تجھے بہن ظاہر کیا ہے اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے تو آپ یہی جواب دیں۔''

گویا کہ یہ جو تعریض فرمائی تھی اس کی توجیہہ بھی بیان فرما دی تا کہ عزت بھی بچ جائے اور جھوٹ بھی زبان پر نہ آئے۔ اگر آپ ایسے موقعہ پر کذب بھی اختیار کرتے تو شرعاً اخلاقاً آپ کا استحقاق تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس بات کو پسند نہیں فرمایا۔

قیامت کے روز جب ساری مخلوق گھبرا جائے تو لوگ حضرت آدم علیہ السلام جناب نوح علیہ السلام اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے کہ آپ اللہ کے خلیل ہیں۔ لہٰذا آج آپ ہماری سفارش فرمائیں تا کہ حساب و کتاب شروع کیا جائے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام معذرت کریں گے اور ساتھ ہی اس کی وجہ بیان فرمائیں گے۔

تقویٰ و طہارت اور معذرت پیش کرنے کا یہی تقاضا ہے اور یہی بہتر انداز ہے۔ جو آپ اختیار فرمائیں گے اور اسی مناسبت کی بنیاد پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور صفائی اور تذکرہ صدیقیت کی خاطر فرمایا کہ آپ نے پوری زندگی جھوٹ نہیں بولا اور تعریض توریہ بھی صرف تین دفعہ اختیار فرمایا جس کو عرفِ عام میں جھوٹ سمجھ لیا جاتا

ہے۔شاید اس کی وضاحت کی خاطر قرآن مجید نے ان کی صدیقیت کو خاص طور ذکر فرمایا تاکہ یہ مغالطہ بھی دور ہو جائے۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا﴾ [مریم:۴۱]

''اور اس کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیجیے بلاشبہ وہ راست باز نبی تھا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی منفرد خوبی

آج تک کوئی امت ایسی نہیں گزری جو ابراہیم علیہ السلام کے مرتبہ و مقام کا انکار کر سکے۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اپنا تعلق جوڑنا ہر کوئی باعث صد افتخار اور کلاہ امتیاز تصور کرتا ہے۔جیسا کہ کلام پاک نے تعلق ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ان کی مسابقت کا ذکر فرمایا۔یہودیوں اور عیسائیوں میں سے ہر ایک ابراہیم علیہ السلام کو اپنے خاص مذہب پر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ . إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾

[آل عمران: ٦٧، ٦٨]

''ابراہیم (علیہ السلام) یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی بلکہ وہ تو پکے مسلمان تھے اور وہ مشرک نہیں تھے۔ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ ان لوگوں کا تعلق تھا جو آپ کے متبع تھے (پھر ان کے بعد) یہ نبی اور اس پر ایمان لانے والے ہیں اور اللہ ایمان لانے والوں کا حامی و ناصر ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام امت محمدیہ کے علاوہ سب سے کٹ گئے

﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [آل عمران: ۹۵]

''کہو اللہ نے سچ فرمایا کہ تمہیں یکسو ہو کر ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقہ کی پیروی کرنی چاہیے ابراہیم (علیہ السلام) شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔''

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾[آل عمران:٦٨]

''ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ ان لوگوں کا تعلق تھا جو آپ کے متبع تھے (پھر ان کے بعد) یہ نبی اور اس پر ایمان لانے والے ہیں اور اللہ ایمان لانے والوں کا حامی وناصر ہے۔''



آپ بہت زیادہ مہمان نواز تھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہاں تک سوانح نگاروں نے لکھا کہ وہ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ جب تک کسی مہمان کو یا مسکین کو اپنے ساتھ بٹھا نہ لیتے قرآن مجید میں بھی ان کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ موجود ہے۔

﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَن جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ﴾[ھود:۶۹]

"جب ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر آئے۔ فرشتوں نے کہا تم پر سلام ہو۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیم (علیہ السلام) ایک بھنا ہوا بچھڑا ان کی ضیافت کیلئے لے آئے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبِ قوت اور صاحبِ معرفت تھے

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ﴾[ص: ۴۵]

"ہمارے بندوں !ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کا ذکر کرو، وہ بڑے ہی قوتِ عمل رکھنے والے اور صاحب بصیرت تھے۔"

حافظ ابن کثیر اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ بزرگ بڑے عامل، عبادت خدا میں بڑے قوی، قدرت کی طرف سے ان کو بے انتہا بصیرت دی گئی تھی۔

آپ علیہ السلام اپنی ذات میں انجمن تھے: جو کام بڑی بڑی منظم جماعتیں نہ کر پائیں جناب ابراہیم علیہ السلام تنہا ہوتے ہوئے بھی کر گزرتے ہیں۔ اسی لیے قرآن حکیم نے

ان کی ذات گرامی کو ایک امت سے تعبیر کیا ہے۔

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[النحل:۱۲۰]

''ابراہیم (علیہ السلام) اپنی ذات میں ایک پوری امت تھے اللہ کے تابع دار اور مخلص ترین وہ کبھی مشرکین کے ساتھ نہ تھے۔''

دنیا میں عزت وعظمت

﴿وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾

[النحل : ۱۲۲]

''اور ہم نے آپ کو دنیا میں عزت عطا کی اور آخرت میں آپ نیک لوگوں کے ساتھی ہوں گے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعلق جس دور سے ہے۔اس دور کو معاشی تاریخ میں گلہ بانی کا دور شمار کیا جاتا ہے۔اس وقت کی سب سے بڑی دولت بھیڑ بکریاں تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اتنا مال تھا کہ بڑے سے بڑا جنگل بھی تنگی داماں کی شکایت کرتا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین ودنیا کی تمام نعمتوں سے مالا مال کر رکھا تھا۔آپ کی دینی عظمت وبزرگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فخر موجودات کو متعدد مقامات پر حکم دیا گیا:

کہ اے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کریں۔

﴿قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[آل عمران: ۹۵]

”کہہ دیجئے اللہ نے جو فرمایا سچ فرمایا ہے۔ تم یکسو ہو کر ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقہ کی اتباع کرتے جاؤ۔ ابراہیم (علیہ السلام) کا مشرکوں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔“

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾

[النساء: ۱۲۵]

”اس شخص سے بہتر کس کا طرز عمل ہو سکتا ہے؟ جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا رویہ نیک رکھا اور یکسو ہو کر ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے کی پیروی کی جسے اللہ نے اپنا دوست بنالیا تھا۔“

﴿وَإِذِ ابْتَلٰى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾

[البقرة: ۱۲۴]

”جب ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ابراہیم (علیہ السلام)! میں تجھ کو سب دنیا کا پیشوا بنانے والا ہوں ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا۔ کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا وعدہ ظالموں کیلئے نہیں ہے۔“

﴿قَالُوا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾ [الذاریات: ۳۰]

”انہوں نے کہا یہی کچھ فرمایا ہے تیرے رب نے وہ حکیم اور علیم ہے۔“

حضرت اسحاق علیہ السلام

جناب اسحاق علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے تیرہ یا چودہ سال چھوٹے ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام آپ ہی کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں انہی کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ اور ہم نے اس (ابراہیم علیہ السلام) کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا کیے اور اس کی نسل کو کتاب اور نبوت سے نوازا۔

آپ علیہ السلام کی وفات

حضرت اسحاق علیہ السلام نے ۱۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سارہ علیہا السلام اور والد گرامی ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو حضرت یعقوب علیہ السلام جوان ہو چکے تھے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عیسو اور لقب ادوم تھا جن کی نسل سے حضرت ایوب علیہ السلام کا تعلق ہے۔

دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے اور ان کا لقب تھا اسرائیل جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت یوسف، حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ، یحییٰ علیہم السلام گویا کہ اکثریت انبیاء کی اسی خاندان سے متعلق ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور آپ علیہ السلام کے فرزند ارجمند

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری رفیقہ حیات حضرت ہاجرہ علیہا السلام ہیں۔ جن کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو قرآن مجید نے اجاگر کرنے کے ساتھ ان کی زندگی سے وابستہ واقعات اور مقامات کو شعائر اللہ کہہ کر برائے اجر و ثواب زیارت گاہ بنا دیا اور ان کے

صبر و رضا کے واقعات کا اس طرح ذکر کیا کہ رہتی دنیا تک ان کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔

ے یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اکبر ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف تورات میں تحریف ہونے کے باوجود کتاب پیدائش (باب ۱۷، ۲۴، ۲۵) میں موجود ہے۔ اس تصریح کے ساتھ کہ اس وقت جناب خلیل علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال کی تھی جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور جب حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ علیہ السلام کی عمر ننانوے یا سو سال کی تھا۔

تحقیق کے مطابق آپ کنعان میں پیدا ہوئے اور آپ علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں ۱۳۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

بعض مورخین نے تاریخ کی روشنی میں یہ بات ثابت کی ہے۔ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ زندگی کے آخری ایام میں کعبۃ اللہ کے پڑوس میں قیام پذیر ہوئے اور آپ کی وفات مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اور حضرت کو مطاف میں دفن کیا گیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فضائل و مناقب

یہودیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام نہیں بلکہ اسحاق علیہ السلام ہیں۔ آج بھی تورات کتاب پیدائش باب ۱۷ تا ۳۰ میں موجود ہے۔ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے اور جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کی تھی۔ یعنی تورات اور دوسرے ذرائع سے ملنے والے دلائل سے ثابت ہوا کہ اسماعیل علیہ السلام بڑے ہیں تو پھر اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہوئے یا اسحاق علیہ السلام قرآن حکیم کی وضاحت

ذبیح اللہ کون ہے؟

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ○ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ○ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ○﴾ [الصافات: ۱۰۲ تا ۱۰۴]

''جب وہ (اسماعیل علیہ السلام) آپ کے ساتھ دوڑنے لگا تو کہا اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ عرض کرنے لگے (اسماعیل علیہ السلام) اباجی کر گزریئے۔ جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ خدا نے چاہا تو مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور ابراہیم نے اسماعیل کو پیشانی کے بل لٹا دیا تو ہم نے آواز دی۔''

اے ابراہیم علیہ السلام! آپ نے وعدہ سچا کر دکھایا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے واقعہ قربانی میں اس قدر تسلیم و رضا کا مظاہرہ کیا۔ جس کی بناء پر پورے قرآن مجید میں حلیم کا خطاب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بغیر کسی نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ اس انداز خطاب والقاب سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ذبیح اللہ جناب اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔''

چاہ زمزم

جیسا کہ بخاری شریف اور تمام سیرت و کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس سے تڑپنے لگے تو ماں بیٹے کے اکل و شرب کیلئے دوڑی۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے نے اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں تلے چشمہ زمزم کو جاری کیا۔

محرک سعی صفاومروہ

یہ بات بھی بامِ حقیقت کوپہنچ چکی ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کو پیاس لگی اور ام اسماعیل نے پانی کی تلاش کیلئے بے قراری کے عالم میں صفا مروہ کے چکر کاٹے خدا کی بارگاہ میں ماں کا بے قراری کے ساتھ دوڑنا۔ چکر لگانا اس قدر قبول ہوا۔ کہ قیامت تک کیلئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے شعائر اللہ کہہ کر مناسک حج میں شمار فرمایا۔

معمارانِ کعبہ

قرآن مجید نے تعمیر کعبہ کے سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا برابر ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾

[البقرہ: ١٢٧]

”جب ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) بیت اللہ کی دیواریں اونچی کر رہے تھے تو یہ دعا کر رہے تھے اللہ ہماری خدمات کو قبول فرما۔“

خدام کعبہ

﴿وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾[البقرہ: ١٢٥]

”ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) سے (خدمت کعبہ) کا عہد لیا تھا کہ طواف اعتکاف، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھنا۔“



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خراج تحسین

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یوں خراج تحسین سے نوازا۔

((إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَعِيلَ))

[رواه الترمذی:باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد میں اسمٰعیل کو سب سے معزز فرمایا۔"

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر دوسرے انبیاء کے ساتھ

﴿وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ. وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾

[الانبیاء:۸۵،۸۶]

"اور اسمٰعیل وادریس اور ذوالکفل کا ذکر کرو، کہ سب صبر کرنے والے تھے۔اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بلاشک وہ نیکوکار تھے۔"

﴿وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ. وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ. ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ٥ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ٥﴾[الانعام:۸۷تا۸۸]

"اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی۔ان میں ہر ایک کو ہم نے اقوام عالم پر فضیلت دی تھی۔اور ان کے آباؤ اجداد، ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی بعض کو ہم نے منتخب کر لیا تھا اور سیدھی راہ کی

طرف رہنمائی کی تھی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، اپنے بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے اس ہدایت پر چلاتا ہے اور اگر وہ لوگ بھی شرک کرتے تو ان کا سب کیا کرایا ضائع ہو جاتا۔"

اولادِ اسماعیل علیہ السلام

حضرت اسمعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے اور ایک بچی تھی۔ جس کا نام مورخین نے بشامہ لکھا ہے۔ آپ کے بارہ بیٹوں کے مندرجہ ذیل نام ہیں۔

۱۔ نیابوط، جن کو عرب نابت کہتے ہیں۔

۲۔ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس صاحبزادے نے بڑی شہرت حاصل کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قیدار کی نسل عدنان سے پیدا ہوئے۔

۳۔ ادبایل ۴۔ بمشام ۵۔ سمع ۶۔ دومہ ۷۔ مسا ۸۔ حدود ۹۔ یلتماد ۱۰۔ جسطور ۱۱۔ نفیس ۱۲۔ قدمہ (توراۃ پ ۲۵)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کوئی نبی نہیں ہوا۔ سوائے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے۔



حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی اور اولاد

حضرت سارہ کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت قطورا سے نکاح کیا۔ جناب شعیب علیہ السلام کا نسب انہی سے ملتا ہے۔

حضرت قطورا سے اولاد

آپ کے بطن سے چھ لڑکے پیدا ہوئے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔زمران ۲۔مقسان ۳۔مدیان ۴۔مدان ۵۔اِسباق ۶۔سوخ

بنی قطورا میں اہل مدین اور اصحاب الایکہ آتے ہیں۔ جناب شعیب علیہ السلام کا تعلق اسی شاخ سے ہے۔

زیادہ مشہور حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام ہیں اور انہی کے بیٹے اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو نبوت سے نوازا گیا اور ان کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔

عظیم خانوادہ نبوت

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَتْقَاهُمْ فَقَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَيُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيلِ اللّٰهِ))

[رواه البخاری:باب قول الله تعالیٰ واتخذ الله ابراهیم خلیلا]

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ تمام لوگوں میں اللہ کے نزدیک کس کا مرتبہ زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پرہیز گار ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہمارا یہ مقصد نہیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ خاندانی لحاظ سے

سب سے بہتر اور افضل یوسف علیہ السلام جو نبی تھے۔ ان کے باپ نبی (یعقوب) تھے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے باپ اسحاق علیہ السلام نبی تھے۔ اوران کے باپ ابراہیم علیہ السلام نبی خلیل اللہ تھے۔''

حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت

تمام مورخین نے تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی گئی تو آپ علیہ السلام کی عمر سو سال اور آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر نوے سال تھی۔ قرآن مجید نے ولادت اسحاق علیہ السلام کے سلسلے میں متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہ فرشتے انسانوں کی شکل میں جناب خلیل علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ان کی ضیافت کے لئے ایک بچھڑا بھون لائے لیکن یہ انسانی شکل میں آنے والے ملائکہ کھانے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ تب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ سے ایک خوف سا محسوس کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ کیفیت دیکھ کر فرشتوں نے فوراً اصل حقائق سامنے رکھ دیئے اور ساتھ ہی جناب اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی اور اسکے ساتھ ہی پوتے کی خبر بھی سنا دی۔

﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ○ فَلَمَّا رَأَى أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمِ لُوطٍ ○﴾ [هود:٦٩، ٧٠]

''جب ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر پہنچے تو فرشتوں نے عرض کیا۔ اے ابراہیم آپ پر سلام ہو۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے جواب میں کہا تم پر بھی سلام ہو۔ پھر کچھ دیر نہ لگائی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا

ضیافت کے لیے لے آئے۔مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے۔تو وہ ان سے مشتبہ ہو گئے اور دل میں ان سے خوف محسوس کیا۔ فرشتوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔"

بشارت سن کر حضرت سارہ علیہا السلام مسکرائیں

﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ. قَالَتْ يَا وَيْلَتَا أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ○ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ○﴾

[ھود:۷۱،۷۲،۷۳]

"اور اس کی بیوی (اس کے) پاس کھڑی تھی۔وہ یہ سن کر ہنس پڑی، پھر ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب (علیہ السلام) کی خوشخبری سنائی۔اس نے کہا اف! کیا اب میرے ہاں بچہ ہوگا۔جب کہ میں نہایت بوڑھی ہو چکی ہوں۔اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔یہ تو عجیب بات ہے۔فرشتوں نے کہا۔کیا اللہ تعالی کے حکم پر تعجب کرتی ہو۔اے ابراہیم (علیہ السلام) کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ یقیناً اللہ نہایت تعریف والا اور بلند شان کا مالک ہے۔"

ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمان گرامی

﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ. إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ. قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ

عَلِيمٍ.قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ﴾

[الحجر:۵۱تا۵۴]

”اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ان کو ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کا واقعہ سنائیں۔ جب وہ آئے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس اور کہا سلام ہو تم پر تو ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا ہمیں تو آپ سے ڈر لگتا ہے فرشتے کہنے لگے۔آپ ڈریں نہیں! ہم آپ (علیہ السلام) کو ذی علم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ابراہیم (علیہ السلام) فرمانے لگے۔کیا آپ اس بڑھاپے میں مجھے اولاد کی بشارت دے رہے ہیں۔یہ کیسی بشارت دے رہے ہو۔“

اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

﴿قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ o قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ o﴾[الحجر:۵۵،۵۶]

”فرشتے کہنے لگے ہم آپ کو برحق خوشخبری دے رہے ہیں۔آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ابراہیم نے کہا۔اپنے رب کی رحمت سے تو گمراہ لوگ ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اظہار تفصیل کے لیے سوال کیا تھا ورنہ وہ تو اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہیں تھے۔ بلکہ رب کی رحمت سے مایوس تو صرف گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ نبی تو اسباب کی ناپیدگی کے باوجود اپنے رب کی رحمت پر بھرپور بھروسہ کرنے والا ہوتا ہے۔

دوسرا اس واقعہ میں یہ بتانا مقصود ہے۔اے اہل مکہ یہ حقیقت جان لو تم فرشتوں کے

نزول کا مطالبہ کرتے ہو کہ فرشتے آ کر اس نبی کی تائید کریں۔ تب ہم غور کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یاد رکھو فرشتے یا تو کسی کے لیے رحمت لے کر آتے ہیں یا زحمت! تم سوچ لو تم کس چیز کے مستحق ہو؟ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ بغیر اسباب کے سب کچھ کر سکتا ہے۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اولاد کے بظاہر اسباب نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچے عنایت فرمائے۔ اسی طرح حالات نامساعد ہی کیوں نہ ہوں اللہ پاک اپنے دین کو ضرور بر ضرور سرفراز فرمائے گا۔ اللہ اسباب کا پابند نہیں۔ اسباب اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔

﴿وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ○ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ○ قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾ [الذاریات: ۲۸ تا ۳۰]

”(فرشتوں) نے اسے (ابراہیم علیہ السلام) کو علم والے بچے کی بشارت دی۔ یہ سن کر اسکی بیوی چلاتی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اور کہنے لگی بوڑھی بانجھ کو (اولاد ہوگی) فرشتوں نے کہا، یہی کچھ تمہارے رب نے فرمایا ہے۔ یقیناً وہ حکیم اور سب کچھ جانتا ہے۔“

حضرت اسحاق علیہ السلام کا قیام

ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ دین کے لئے مراکز قائم فرمائے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو شرق اردن اور حضرت ذبیح علیہ السلام کو حجاز مقدس اور جناب اسحاق علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو ان کو شام و فلسطین میں تعینات فرمایا۔

تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شام میں پیدا ہوئے اور ایک سو اسی

سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ مقام جرون اور اسے آج کل غرب اردن کہتے ہیں، میں آپ علیہ السلام کی آخری آرامگاہ ہے، جو فلسطین میں ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے چند پہلو قرآن حکیم نے ذکر فرمائے سورۃ انبیاء میں ارشاد فرمایا، ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا اور ہمارے حکم سے لوگوں کی راہنمائی فرمایا کرتے تھے۔ مزید ارشاد ہوا کہ ہم نے ان کی طرف وحی کی جس میں ہدایت کی گئی کہ نیکی کے کام کریں۔ نماز اور زکوۃ ادا کریں۔ آخر میں ارشاد فرمایا۔ وہ ہمارے عبادت گزار بندے ہیں۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ○ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ○﴾

[الانبیاء: ۷۲،۷۳]

”اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اسحاق (علیہ السلام) عطا کیا اور یعقوب (علیہ السلام) اس مستزاد کہ ہم نے ہر ایک کو صالح بنایا۔ اور ہم نے ان کو امام بنایا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کیا کرتے تھے اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی اور نماز زکوۃ ادا کرنے کی ہدایت کی اور وہ ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔“

حضرت اسحاق علیہ السلام کو اللہ نے بڑی برکت دی

اللہ تعالی خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے اسحاق علیہ السلام کو بہت زیادہ برکت عنایت فرمائی حضرت اسماعیل کو چھوڑ کر، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت موسی، حضرت عیسی علیہم السلام تک جتنے انبیاء تشریف لائے وہ سب کے سب اسرائیلی انبیاء تھے اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور جناب یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام

کے صاحبزادے اور نبی تھے۔

﴿وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ﴾[الصفت: ۱۱۳]

''اور ہم نے اس (ابراہیم کو) اور اسحاق (علیہ السلام) کو برکت دی دونوں کی اولاد میں کوئی نیک ہوگا اور کوئی اپنی جان پر صاف صاف ظلم کرنے والا ہوگا۔''

حضرت اسحاق علیہ السلام کو اللہ نے عزت وعظمت سے نوازا

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ٥ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ٥ وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾[ص: ۴۵ تا ۴۷]

''ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کو یاد کرو۔ جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے (صاحب اعمال) اور صاحب معرفت تھے۔ ہم نے ان کو ایک خاص گھر (آخرت) سے ممتاز فرمایا تھا۔ وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔''

ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے استفسار کرنا

جناب ابراہیم علیہ السلام سے بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سننے کے بعد استفسار فرماتے ہیں کہ اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ کہ ہمارے آنے کا دوسرا مقصد یہ ہے۔ کہ قوم لوط کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ٥ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ٥ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن طِينٍ ٥ مُّسَوَّمَةً عِندَ

رَبِّکَ لِلْمُسْرِفِینَ﴾[الذاریت: ۳۱ تا ۳۴]

''ابراہیم نے فرشتوں سے پوچھا آپ کس مہم پر ہیں؟ انہوں نے کہا ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اس لیے کہ ہم ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر برسائیں۔ جو آپ کے رب کے نزدیک نشان زدہ ہیں۔ ایسی قوم کے لیے جو حد سے گزر جانے والی ہے۔''

یعنی اس قوم پر اللہ کو اتنی سخت ناراضی ہوئی کہ ان پر عذاب ایسا بھیجا کہ ہر پتھر کے اوپر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا۔ کہ تو نے فلاں مجرم کی سرکوبی کرنا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا وہاں تو لوط علیہ السلام ہیں۔

﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ۝ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ﴾[العنکبوت: ۳۱، ۳۲]

''اور جب ہمارے ملائکہ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئے بشارت لے کر تو انہوں نے اس سے کہا کہ ہم اس بستی کو تباہ و برباد کرنے کے لیے آئے ہیں کیونکہ اس میں بہت ظالم لوگ رہتے ہیں۔ ابراہیم (علیہ السلام) کہنے لگے اس بستی میں تو لوط (علیہ السلام) بھی ہیں فرشتوں نے کہا ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہاں کون رہتا ہے؟ ہم لوط (علیہ السلام) کو اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی بیوی کے بچالیں گے۔''

فرشتوں نے عرض کیا اب جانے بھی دیجئے!

جب ابراہیم علیہ السلام کا ڈر دور ہوا تو انہوں نے فرشتوں سے قوم لوط علیہ السلام کے بارے میں تکرار شروع کی۔

﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۝ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ۝ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ﴾[هود: ۷۴تا۷۶]

''(اولاد کی خوشخبری سے) جب ابراہیم علیہ السلام کی گھبراہٹ دور ہوگئی تو وہ قوم لوط علیہ السلام کے معاملے میں ہمارے ساتھ جھگڑنے لگا۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام حلیم نہایت رقیق القلب اور ہر حال میں وہ ہماری طرف رجوع کرنے والا تھا۔ فرشتوں نے کہا اے ابراہیم علیہ السلام! اس بات کو جانے دیجئے بس اب تمہارے رب کا حکم آ چکا ہے۔ اب ان پر وہ عذاب آ کر رہے گا جو کسی سے ٹل نہیں سکتا (یعنی دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی)۔''

حضرت لوط علیہ السلام کے حالات اور واقعات

حضرت لوط علیہ السلام جناب ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے آپ نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تائید فرمائی جب کہ عوام اور حکومت نے متفقہ فیصلہ کر کے آپ کو آگ میں جھونک دیا تھا۔ اللہ پاک نے آپ کو صحیح وسالم آگ سے نکالا تو کوئی بھی ایمان نہ لایا سوائے لوط علیہ السلام کے۔

﴿فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[العنکبوت:۲۶]

”لوط علیہ السلام کے سوا ابراہیم علیہ السلام پر کوئی ایمان نہ لایا۔ اور کہا ابراہیم علیہ السلام نے میں اللہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں یقیناً وہ عزیز حکیم ہے۔“

جناب ابراہیم علیہ السلام جب اپنے وطن یعنی عراق کی سرزمین سے نکلے تو انہیں ابھی تک خبر نہ تھی کہ مجھے کہا جانا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام عراق کے قدیم ترین شہر ”اُر“ میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے یہی شہر جناب خلیل علیہ السلام کا مولد ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کرنے والے حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ آپ پہلے حاران پھر مختلف مقامات پر ٹھہرے۔ بالآخر جناب ابراہیم علیہ السلام نے جب مختلف ممالک میں تبلیغی مراکز قائم کیے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اندرون حجاز حضرت اسحاق علیہ السلام کو فلسطین وشام میں اور جناب لوط علیہ السلام کو شرقی اردن میں تعینات فرمایا۔ اس وقت حضرت لوط علیہ السلام منصب نبوت سے سرفراز ہو چکے تھے۔

﴿وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ...... وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ [الانبیاء: ۷۴،۷۵]

”اور لوط (علیہ السلام) کو ہم نے علم وحکم عطا کیا...... اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو اپنی رحمت کی آغوش میں لیا۔ یقیناً وہ صالحین میں سے ہے۔“

حضرت لوط علیہ السلام کا قوم سے پہلا خطاب

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ○ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ○ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ﴾

[الشعراء: ۱۶۰ تا ۱۶۳]

”قوم لوط نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا تم کیوں نہیں ڈرتے۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں تم خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔“

یعنی میں تم کو ٹھیک ٹھیک اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں حضرت لوط علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا کہ میں اس کام کے بدلے تم سے کوئی لالچ نہیں رکھتا یعنی میں تو صرف تمہاری اصلاح چاہتا ہوں تاکہ تم پر اللہ راضی ہو جائے۔ دنیا میں جتنے پیغمبر جلوہ گر ہوئے۔ وہ تبلیغ دین پر کسی قسم کا معاوضہ اور تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ اس لیے وہ برملا فرماتے کہ۔

﴿وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[الشعراء:۱۹۰]

''میں تم سے اس کام کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بلکہ میرا معاوضہ تو اللہ کے پاس ہے۔''



قوم لوط کے جرائم، بدفعل قوم

﴿أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ o وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ o﴾ [الشعراء: ۱۶۵، ۱۶۶]

''تم ہی پوری دنیا میں لڑکوں کی طرف مائل ہونے والے ہو۔ اور تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے عورتیں (بیویاں) پیدا کی ہیں۔ تم ان کو چھوڑ دیتے ہو (اور لڑکوں سے حاجت پوری کرتے ہو) حقیقت تو یہ ہے کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔''

تاریخ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت لوط کی قوم سے پہلے اس فعل بد کے اندر کوئی دوسرا ملوث نہیں ہوا۔

گندے لوگ

﴿وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَت تَّعْمَلُ الْخَبَائِثَ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ﴾ [الانبیاء: ۷۴]

''اور ہم نے لوط علیہ السلام کو اس بستی سے نجات دی، جس بستی کے لوگ گندے کام کرتے تھے درحقیقت وہ بڑی ہی بری فاسق قوم تھی۔''

ڈاکو قوم

﴿أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ [العنکبوت: ۲۹]

"تم مردوں کے پاس جاتے ہو اور ڈاکہ زنی ہو اور اپنی مجالس میں برے کام کرتے ہو اس کی قوم کے پاس صرف یہ جواب تھا کہ اللہ کا عذاب لے آ اگر تو سچا ہے۔"

دنیا میں پہلی بے حیائی

قرآن حکیم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس فعل قبیح کا آغاز ہی اس قوم نے کیا۔اس سے پہلے نہ کسی کو یہ فعل بد معلوم تھا اور نہ ہی کوئی قوم اس جرم کی مرتکب ہوئی۔ چنانچہ لوط علیہ السلام نے سمجھایا۔

﴿أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ﴾

[الاعراف:۸۰]

'تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے پوری دنیا میں کسی نے نہیں کی۔"

حضرت لوط علیہ السلام کی بیزاری

﴿قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ﴾[الشعراء:١٦٨]

"جناب لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے کام سے دشمنی رکھنے والا ہوں۔"

یعنی تمہاری دھمکیوں سے میں نہیں ڈرتا۔ میں تمہارے سامنے تمہاری حرکات کی پرزور مذمت کرتا ہوں۔

قوم کا ردعمل

﴿أَخْرِجُوهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ﴾[اعراف:۸۲]

"کہنے لگے ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔"

قوم کا ظالمانہ مذاق

﴿قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾

[العنکبوت:۲۹]

''کہنے لگے اے لوط اگر تم سچے ہو تو اللہ کا عذاب ہم پر لے آؤ۔''

لوط علیہ السلام کی اپنے رب سے آرزو

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ﴾[العنکبوت:۳۰]

''لوط علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب قوم مفسد کے مقابلے میں میری مدد فرما۔''

﴿رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ﴾[الشعراء:۱۶۹]

''اے میرے پروردگار مجھے اور میرے اہل کو ان کے کاموں کے (وبال) سے نجات دے۔''



فرشتوں کی لوط علیہ السلام کے پاس آمد

﴿فَلَمَّا جَاءَ اٰلَ لُوطِ الْمُرْسَلُونَ ٥ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ٥ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ ٥ وَأَتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ٥ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ٥ وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُصْبِحِينَ﴾

[الحجر: ٦١ تا ٦٦]

”پھر جب فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ تو انہوں نے کہا آپ لوگ تو اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں ہم وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے۔ ہم تجھ سے سچ کہتے ہیں اور ہم حق کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں۔ لہٰذا اب تم رات رہتے ہوئے اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ اور خود ان کے پیچھے چلو۔ تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے۔ بس سیدھے چلتے جاؤ جدھر کا تم کو حکم دیا گیا ہے اور ہم نے اس کو اپنا فیصلہ سنا دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔“

قوم لوط علیہ السلام دوڑتی ہوئی آئی

﴿وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ٥ قَالَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ﴾ [الحجر: ٦٧، ٦٨]

”اور شہر کے لوگ خوشی کے مارے دوڑتے ہوئے، لوط علیہ السلام کے گھر چڑھ آئے لوط نے کہا یہ تو میرے مہمان ہیں میری بے عزتی نہ کرو۔ اللہ سے

ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو۔ قوم لوط اس قدر بے شرم بے حیا کہ انہیں ان الفاظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔"

قوم کا جواب

﴿قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ ○ قَالَ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ○ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾

[الحجر: ۷۰تا۷۲]

"وہ بولے کیا ہم نے بار بار تم کو منع نہیں کیا کہ دنیا کے ٹھیکے دار نہ بنو۔ فرمایا اگر تم باز نہیں آتے تو میری بیٹیاں موجود ہیں۔ تیری جان کی قسم اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت ان پر نشہ چڑھا ہوا تھا جس میں وہ اندھے ہو چکے تھے۔"

﴿وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ○ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ﴾

[هود: ۷۸،۷۹]

حضرت لوط علیہ السلام مہمانوں کی آمد پر پریشان ہو گئے

﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ﴾ [هود: ۷۷]

"جب ہمارے فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے وہ فرشتوں کی آمد سے بہت گھبرا گئے اور دل میں تنگی محسوس کی۔ پھر کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی

مصیبت کا ہے۔"

﴿قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ﴾

[ھود:۸۰]

"لوط علیہ السلام نے کہا کاش میرے پاس طاقت ہوتی میں تمہارا مقابلہ کر سکتا یا کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔"

حافظ ابن کثیر نے ۱۲ آیت ۸۱ کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا آج رات ہم آپ کے پاس مہمان ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام بوجہ وضع داری اور شرم وحیا کے انکار نہ کر سکے تاہم گھر جاتے ہوئے انہوں نے راستے میں اپنی مجبوری اور قوم کی بدکرداری کا اس انداز سے ذکر کیا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمانے لگے ہائے افسوس میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہو چکی ہے۔ گھر پہنچے تو آپ کی بیوی نے آنکھیں بچا کر چھت پر کھڑے ہو کر کپڑا ہلایا تو قوم دوڑتی ہوئی آئی اور جناب لوط علیہ السلام کے گھر کا گھیراؤ کر لیا اور مہمانوں کی برآمدگی کا مطالبہ کرنے لگے بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ دروازہ توڑنے لگے۔ تب پیغمبر خدا حضرت لوط علیہ السلام بے حد وحساب پریشان ہو کر کہنے لگے۔ کاش آج میرے پاس قوت ہوتی یا کوئی سہارا ہوتا۔

فرشتے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں

قرآن مجید کے سیاق وسباق سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ جب فرشتے جناب لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو اللہ کے نبی لوط علیہ السلام کو کچھ خبر نہیں تھی، کہ یہ فرشتے ہیں یا کہ عام مہمان ہیں جو لڑکوں کی شکل وصورت میں آئے! ورنہ وہ کسی صورت میں یہ نہ کہتے کہ مجھے مہمانوں میں ذلیل نہ کرو۔ میری بیٹیاں حاضر ہیں، گو اس جملے کے دو مفہوم

بیان کیے گئے ہیں ۔ایک تو یہ کہ نبی بحیثیت باپ کے ہوتا ہے۔اس منصب کے بناء پر جناب لوط علیہ السلام نے قوم کی بیٹیوں کو پیش کیا۔کہ جو تمہارے گھر میں پہلے سے موجود ہیں وہ بھی تو میری بیٹیاں ہیں آخر تم جائز طریق پر اپنے جذبات کی تسکین کیوں نہیں کرتے ؟ اگر یہ مطلب لیا جائے کہ انہوں نے اپنی حقیقی بچیوں کے بارے میں یہ الفاظ کہے تھے تو اس کا معنی صرف اتنا ہی لینا چاہئے کہ انہوں نے انتہائی شرم دلانے کے لیے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ۔جیسا کہ آج بھی شریف معزز آدمی دو فریقوں میں صلح کرواتے وقت کہہ دیتا ہے کہ چھوڑ و یار اگر اس نے تجھے مارا یا گالی دی تو مجھے مارلے یا گالی دے لے ۔لیکن معاملہ رفع دفع ہونا چاہیے بہر حال یہ محاورۃ بات کہی گئی تھی ۔شاید ان کو شرم وحیا آجائے ۔لیکن جیسا کہ قرآن مجید نے ان کا جواب ذکر کیا کہ وہ کہنے لگے ہمیں عورتوں کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں ۔ہم جو کرنا چاہتے ہیں اے لوط علیہ السلام تجھے بخوبی معلوم ہے ۔اندازہ لگائے جناب لوط علیہ السلام کی کتنی بے شرم بے حیا قوم کے ساتھ واسطہ پڑا تھا۔

پھر دوسرا جملہ تو جناب لوط علیہ السلام کی بے کسی اور بے بسی کا مظہر ہے ۔اسی موقع کو ذکر کرتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔اللہ جناب لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے ۔

انہوں نے بے سہارا ہونے کی بات کہی حالانکہ ان کے پاس رب ذوالجلال کا زبردست سہارا تھا۔

((يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلُوطٍ إِنْ كَانَ لَيَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ))[رواه البخاري: باب ولوطا اذ قال لقومه......الخ]

”اللہ پاک لوط علیہ السلام کو معاف فرمائے (کہ وہ اس طرح پریشان ہو گئے) کہ رکن شدید کی پناہ کے طالب ہوئے ۔“

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دی

﴿قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ﴾[ھود: ۸۱]

''تب فرشتوں نے جناب لوط (علیہ السلام) کو کہا جناب آپ نہ گھبرائیں ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ لوگ آپ کی طرف نہیں بڑھ سکتے۔ بس آپ رات کے آخری حصے میں بمع اہل وعیال یہاں سے نکل جائیں اور آپ میں سے کوئی فرد پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے۔ ہاں اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جائیں کیونکہ آپ کی بیوی کے ساتھ وہی کچھ ہونے والا ہے، جو آپ کی قوم کے ساتھ ہوگا بس ان کی تباہی کے لئے صبح کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔''

﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ مَنْضُودٍ o مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾[ھود: ۸۲،۸۳]

''پھر جب ہم نے حکم نافذ کیا تو ہم نے اس بستی کو اوپر نیچے (تہس نہس) کر دیا اور تابڑ توڑ پکی مٹی کے پتھر برسائے۔ تیرے رب کی طرف سے ہر پتھر پر نشان (نام) لکھا ہوا تھا اور ظالموں سے یہ سزا دور نہیں ہے۔''

بحر مردار (میت)

دنیا کے موجودہ جغرافیے میں یہ بحر مردار اردن کی سرزمین میں واقع ہے۔ پچاس میل لمبا، گیارہ میل چوڑا ہے۔ اسکی سطح کا کل رقبہ ۳۵۱ مربع میل ہے۔ اسکی زیادہ سے زیادہ

www.KitaboSunnat.com



نشریات اکیڈمی

از قلم میاں محمد جمیل

۱۔ دین تو آسان ہے

۲۔ برکات رمضان

۳۔ آپ ﷺ کا حج

۴۔ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ دعاء

۵۔ سیرت ابراہیم علیہ السلام

۶۔ زکوۃ کے مسائل وفوائد

۷۔ اتحاد امت ونظم وجماعت

۸۔ آپ ﷺ کا تہذیب وتمدن

۹۔ فضیلت قربانی اور اسکے مسائل

۱۰۔ مشکلات کیوں؟ نکلنے کے الہامی راستے

۱۱۔ جادو کی تباہ کاریاں۔ان کا شرعی علاج

۱۲۔ آپ ﷺ کی نماز، قیام وسجود کی عملی تصاویر

فہمُ الحدیث

مشکوۃ المصابیح سے متفق علیہ اور بخاری ومسلم کی مکمل روایات جن پر محدثین، دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث علماء کرام کا اتفاق ہے۔اس کے پڑھنے کے بعد 80% مسائل کسی عالم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ پانچواں ایڈیشن

صفحات: 1240 قیمت سیٹ: 600

فہمُ القرآن

منفرد تفسیر

ابن کثیر، جامع البیان، رازی ودیگر عربی تفاسیر کا خلاصہ اور تفسیر ثنائی، احسن معارف، تدبر، تیسیر وتفہیم القرآن کے اہم نکات پر مشتمل، جدید وقدیم علوم کا سنگھم جس میں لفظی ترجمہ، حل لغات، تفسیر بالحدیث کا التزام۔ پہلے پانچ پاروں پر محیط جلد اوّل رمضان 2005 میں دستیاب ہوگی۔ان شاءاللہ

م